March, April 2022

شعبان،رمضان ۱۴۴۳ھ

ماہنامہ

مظاہر علوم

سہارنپور



دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور

جامعہ مظاہر علوم کا ترجمان

ماہنامہ

مظاہر علوم

سہارنپور

جلد نمبر ۲۷ شمارہ نمبر ۱۲

شعبان، رمضان ۱۴۴۳ھ - مارچ، اپریل ۲۰۲۲ء

نگران

حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب مدظلہ امین عام جامعہ ہذا

مدیر مسئول

حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحب ناظم جامعہ ہذا

مدیر تحریر

مولانا عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

مجلس ادارت

- مولانا محمد ساجد حسن مظاہری
- مولانا محمد خالد سعید اعظمی
- مولانا مفتی شعیب احمد بستوی
- مولانا مفتی بشیر احمد سہارنپوری
- مولانا محمد معاویہ سعدی گورکھپوری

زر تعاون

فی شمارہ ———— ۳۰/روپے
سالانہ زر تعاون ———— ۳۰۰/روپے
بیرون ملک سالانہ ———— ۲۵ ڈالر

ترسیل زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴۷۰۰۱ (یوپی)

MAZAHIR ULOOM MONTHLY MAGAZINE
SAHARANPUR 247001(U.P.) INDIA
Ph: 0132-2655542
Email-jamiamazahir@gmail.com

اس شمارے میں

○ دائرہ کا سرخ نشان آپ کی مدت خریداری ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ کے لیے رقم ارسال فرمائیں۔

☆ شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

☆ جواب طلب امور کے لیے لفافہ اور خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

نوائے سحر

مدارس اسلامیہ کے فضلاء سے چند باتیں

عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

اسلامی مدارس میں طویل رخصتوں کا زمانہ آنے والا ہے کچھ مدارس میں امتحانات ہو رہے ہوں گے اور کہیں ختم ہو چکے ہوں گے، ہر جگہ سے طلبہ اپنے اپنے وطن جانے کو تیار ہوں گے، کچھ جا چکے ہوں گے کچھ پابرکاب ہوں گے، آج کی اس مجلس میں انھیں جانے والے عزیز طلبہ سے مخاطب ہونا ہے اور ان کے فائدہ کے لیے کچھ عرض کرنا ہے کہ وہ اپنی چھٹیاں کیسے گذاریں؟

مدارس اسلامیہ جن میں طلبہ کا سال کا اکثر حصہ گذرتا ہے وہ ایک تربیت گاہ ہے، اعمال اور اخلاق کی مشق کے لیے ایک میدان ہے، جہاں علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ انھیں یہ ڈھنگ بتایا جاتا ہے کہ عوام کے ساتھ زندگی گذارنے کا انداز کیا ہوگا، والدین عزیز واقارب اور خاندان والوں کے ساتھ طرز معاشرت کیا ہوگی؟ سال بھر دینی علوم کی تدریس کے ساتھ یہ سب بھی بتایا اور سکھایا جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں اکابر واسلاف کے واقعات اور ان کے تذکرے سنائے جاتے ہیں، گویا تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کا بھی ایک مرحلہ ہوتا ہے جو نصف شعبان پر جا کر ختم ہوتا ہے، اب وہ طلبہ جو پورے سال مدارس کی چہار دیواری میں زندگی کے شام وسحر گذارتے رہے، اپنی تعلیم کا امتحان تو دے چکے ہیں لیکن ایک بڑے کٹھن اور دشوار گذار امتحان سے انہیں اور گذرنا ہوتا ہے، وہ مدارس میں طویل چھٹیوں کے بعد اب وطن مالوف جاتے ہیں عوام سے ان کا سامنا ہوتا ہے عوام الناس انہیں جس نظر سے دیکھتے ہیں اس پر ان کا کھرا اتر جانا ہی ان کے امتحان کی کامیابی ہے۔

عزیز واقارب، والدین اور گاؤں محلہ کے لوگ ان طلبہ سے دینی امور کی بجا آوری کے سلسلہ میں بڑی آرزوئیں، بڑی تمنائیں وابستہ رکھتے ہیں ان پر ہر ایک کی نظر تقدس واحترام جذبات کے ساتھ پڑتی ہے، وہ انہیں دینی معاملات میں اپنا اور قوم کا پیشوا تصور کرتے ہیں، اس

لیے ان عزیز طلبہ پر بھی کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں تا کہ عوام کی آرزوؤں کو ٹھیس نہ پہنچے، ان کی تمناؤں کا خون نہ ہو، اور خود اپنی بھی زندگی استفادہ کا ذریعہ بنے جو کہ دینی تعلیم کا اصل مقصد ہے اس لیے عزیز طلبہ سے درج ذیل باتیں کہنے کی ضرورت ہے۔

۱– دینی اور اسلامی طرز معاشرت اختیار کریں ہر عمل اور ہر فعل میں اپنی، اپنے مدرسہ کی اور سب سے بڑھ کر اسلام کی شان ملحوظ رکھیں، نماز اور دیگر عبادات کا اہتمام کریں، جب تک آپ مدرسہ میں تھے آپ کی ہر عملی کوتاہی کو محض اس لیے معاف اور درگذر کر دیا جاتا تھا کہ ابھی آپ سیکھنے اور تربیت حاصل کرنے کے مرحلہ میں تھے لیکن عوام اب آپ کو معاف نہیں کریں گے اس لیے کہ آپ اس مرحلہ سے آگے بڑھ چکے ہیں، پہلے تو آپ کے سامنے نمونہ کے لیے آپ کے اساتذہ اور دوسرے بزرگان دین کی زندگی اور سیرت تھی اب خود آپ کی زندگی عوام کے لیے اسوہ اور نمونہ ہے۔ اس لیے ہر ہر معاملہ میں، ہر گام زندگی پر آپ کو ملحوظ خاطر رکھنا ہوگا کہ آپ ایک اسلامی ادارہ سے تعلیم پانے والے ہیں، عوام کو یہ احساس دلانا ہوگا کہ سال کے اکثر ایام جو مدارس میں آپ نے گذارے ہیں وہ رائیگاں اور بیکار نہیں رہے۔

۲– دوسری اہم اور ضروری بات یہ ہے کہ وطن جانے کے بعد اپنے قیمتی اوقات کو محض رشتہ داریوں کی نذر نہ کر دیا جائے بلکہ اسلام نے صلہ رحمی اور تعلقات باقی رکھنے کی جس حد تک اجازت دی ہے آپ کا قدم اس سے آگے نہ بڑھے۔ بے جا ملاقاتیں، بے موقع نشستیں اور بے محابا گفتگو سے پرہیز کریں اپنی چھٹیوں کے ان ایام کو بھی کارگر بنائیں اور مطالعہ کتب اور دینی اعمال میں اوقات کو مصروف رکھیں، سال بھر جو کچھ پڑھا اس کا مراجعہ کریں، اس سے علم میں پختگی پیدا ہوگی، اور آئندہ کے لیے شوق پیدا ہوگا، قریب پاس کی کسی لائبریری میں اپنا وقت گذاریں، دینی موضوعات کی کتابیں پیش نظر رکھیں اور پھر کسی ایک موضوع کا انتخاب کر کے پوری توجہ اور انہماک سے دسترس حاصل کریں اس سے انشاء اللہ آپ کی علمی استعداد ٹھوس اور پختہ ہوگی اور اس وقت کا مطالعہ آئندہ آپ کے بہت کام آئیگا۔

رخصت کے ایام گذارنے کا ایک بہترین مصرف بزرگان دین اور اکابرامت نے یہ بھی بتایا ہے کہ تبلیغی جماعت کی سرگرمیوں سے طلبہ جڑ جائیں، چلّوں میں جائیں، گشت اور تعلیم کا اہتمام کریں، اس طرح تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کی ایک بہتر صورت کی عملی مشق بھی ہوگی، رخصت کا بہتر مصرف نکل آئے گا اور عنداللہ ثواب اور اجر کی بھی امید ہے۔ ع

شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

☆☆☆☆☆☆☆

استقبالِ ماہِ مبارک

رمضان المبارک کی آمد آمد ہے گویا سال بھر میں زندگی کا موسم خزاں رخصت ہونے کو ہے اور موسم بہار کی آمد آمد ہونے والی ہے، کشت زار انسانیت کے لیے موسم بہار (رمضان المبارک) رحمتوں، برکتوں اور مغفرتوں کی باد بہاری کے ساتھ پھر جلوہ گر ہونے والا ہے۔ بندگان خدا رحمت ومغفرت کی صدہا امیدیں لے کر ریاضت ومجاہدہ کے ساتھ ان بابرکت ساعتوں سے بھرپور استفادہ کے لیے منہمک ہوجائیں گے، دن بھر اللہ کے حکم کے مطابق بھوک، پیاس، اور دنیاوی لذتوں سے کنارہ کش رہیں گے۔ رات میں تراویح کے لیے قیام اور اخیر شب میں رب سے مناجاتیں رہیں گی۔

دنیا کی لذتیں اس ماہ مبارک میں اور بھی زیادہ میسر ہوتی ہیں۔ ہر طرف ناؤونوش کے سامان موجود ہوتے ہیں لیکن خالق نے حکم دیا ہے کہ طلوع صبح صادق سے غروب آفتاب تک یہ لذتیں حرام، خوش نصیب بندوں نے مان لیا، عورتوں سے میل ملاپ اور جنسی تعلقات نہیں قائم کرسکتے، سرتسلیم جھکا دیا، غیبت، بدنظری اور ہر قسم کی لغویات سے دل ونظر کو پاک رکھنا ہے، مستعد ہوگئے، اس امتثال امر پر اور اس آزمائش پر ایک دن نہیں، ایک ہفتہ نہیں، بلکہ پورے ایک مہینہ کار بند رہنے کا حکم ہے تاکہ دل پھر سال کے بقیہ ایام میں اسی کا خوگر ہوجائے، گیارہ مہینہ اسی احتیاط اور پرہیزگاری کے ساتھ گذرے کہ یہی حاصل زندگی اور کمالِ اطاعت ہے۔

انسان کے ساتھ ضروریات دنیاویہ کا ایک انبار ہے وہ مختلف اغراض کا پابند ہے اور انھیں ضروریات کی احتیاج انسان کی ہر قسم کی روحانی وجسمانی بدبختیوں اور ناکامیوں کا سبب بنتی ہے، ملکوتی صفات مغلوب ہوجاتی ہیں، غور کیجئے دل میں آرزوؤں کی بھیڑ، تمناؤں کا ہجوم، خوشنما کپڑوں کا شوق، عالیشان عمارتوں کی تمنا، لذیذ غذاؤں کی چاہت، تیز رفتار سواریوں کا ذوق اور زرومال، خدم وحشم کی ہوس کے بغیر کیا ہم جی نہیں سکتے؟ یہ سب انسان کی خودساختہ ضروریات ہیں، انسان کی حقیقی اور فطری ضرورت بقدر سدرمق قوت وغذا اور ستر پوشی ہے۔

مادی آلودگیوں اور کثافتوں سے بچانے کے لیے اکل وشرب سے امتناع کو دنیا کے تمام مذاہب نے مؤثر مانا ہے، مذہب اسلام نے بھی لذائذ دنیاویہ سے اجتناب اور بچنے کا حکم دیا ہے، لیکن چونکہ ایک حدتک یہ انسانی ضرورت بھی ہے اس لیے اس کے لیے وقت کی تحدید کردی۔ دنیا کی لذتوں سے وقت کی تحدید کے ساتھ کنارہ کشی کو اصطلاح شریعت میں روزہ کہا جاتا ہے۔ ماکولات و مشروبات کی تن آسانیوں سے دور رہ کر انسان میں ملکوتی صفات اجاگر ہوتی ہیں جسے اصطلاح شریعت میں تقویٰ کہا جاتا ہے اور اسی تقویٰ کا حصول روزہ کا بنیادی مقصد ہے۔ **یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔**

تقویٰ وطہارت کی پوشاک سے مومن کو مرصع کرنے کا وہی مہینہ، رحمت ومغفرت کی ساعتیں، جہنم سے گلوخلاصی کا اعلان عام ایک بار پھر اللہ کی تمام عنایتوں اور نوازشوں کے ساتھ متوجہ ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ مبارک مہینہ یہ بابرکت راتیں، حصول مغفرت کے یہ خصوصی لمحات ہماری غفلتوں کی نذر ہوجائیں اور ہم اپنی بداحتیاطیوں، بدپرہیزیوں کی وجہ سے اس ماہ مبارک سے برکت حاصل کرنے والے، مغفرت کے طالب اہل اللہ کے کاروان شوق و عزیمت کو صرف دیکھتے ہی رہ جائیں۔

اللھم وفقنا لما تحب و ترضیٰ۔

درسِ قرآن

احتسابِ نفس

حضرت مولانا اعجاز احمد اعظمیؒ

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (سورہ روم)

لوگوں کے اعمال کی وجہ سے خشکی وتری میں فساد پھوٹ پڑا، اس لئے تا کہ کچھ اعمال کا بدلہ انھیں چکھادے، شاید وہ باز آجائیں۔

یہ دنیا؛ جس میں آدمی لطف وکیف میں ہوتا ہے، تو عالم رنگ وبو کہتا ہے اور جب غم واندوہ کے احوال سے دوچار ہوتا ہے، تو عالم فانی ونا پائیدار کہتا ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ اس دنیا کا رنگ ہمہ آن متغیر ہوتا رہتا ہے، یہ تغیر دوطرح کا ہوتا ہے، کبھی خوبی سے خرابی کی جانب اور کبھی خرابی سے خوبی کی جانب، آدمی ان تغیرات کو بالخصوص جب کوئی خرابی رونما ہوتی ہے تو طبعی اسباب وعوامل کی طرف منسوب کرکے مطمئن ہوجاتا ہے، اور خود کو سارے تماشے سے الگ کرلیتا ہے، گویا خود اس کی ذات اور اس کے اعمال وافعال کا ان تغیرات میں کوئی دخل نہیں ہے، سمجھتا ہے کہ حالات کی رفتار یہی ہے اور اس کا منطقی نتیجہ یہی نکلتا ہے، لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ نتائج کچھ اس صورت میں نکلنے لگتے ہیں اور حالات ایسے پیدا ہونے لگتے ہیں کہ منطق منھ دیکھتی رہ جاتی ہے، اسباب طبعی ہکا بکا رہ جاتے ہیں، ذہانتیں گنگ ہوجاتی ہیں۔ عام احوال وحوادث میں بھی اس کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے اور حکومتوں کے عزل ونصب کے خصوصی حالات میں بھی اس کا تماشا ہوتا رہتا ہے، لیکن انسان بڑا خود فراموش ہے، وہ ان باتوں کی بھی ایسی توجیہ کرلیتا ہے، کہ اپنی ذات اور اپنے کردار پر کوئی آنچ نہ آئے، لیکن قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ ان تغیرات وانقلابات میں انسانی نیتوں، ارادوں، اور انسانی افعال واعمال کا بڑا دخل ہوتا ہے، یہ سب کچھ صرف اتفاقاً نہیں ہوجاتا بلکہ ان کے پیچھے آدمی کے اپنے احوال کی بنیاد پر حق تعالیٰ کے تصرفات کا کرشمہ ہوتا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: إِنَّ اللهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ۔

اللہ کسی قوم کی اچھی حالت کو اس وقت تک تبدیل نہیں کرتے جب تک لوگ خود ہی

اپنے حالات کو بدل نہ ڈالیں۔(سورہ رعد)

اس سے معلوم ہوا کہ احوال کے اُلٹ پھیر اور حکومتوں کے عزل ونصب میں انسانوں کے کاموں کا بڑا دخل ہے،مگر کوئی شخص اپنے اوپر اس ذمہ داری کو قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہے۔زبانی طور پر قبول کرنا نہیں بلکہ اس طرح ذمہ داری قبول کرنا کہ اس کے بعد اپنے احوال واعمال کی اصلاح وترمیم کے لئے آدمی مستعد ہوجائے اور بالآخر سدھار پیدا کرلے،اس کے لئے کوئی آمادہ نہیں ہے۔دیکھا یہی جاتا ہے کہ ایک حکومت آئی ،لوگ اس کی شکایت لے کر بیٹھ جاتے ہیں، پھر دوسری حکومت آئی،اوراس کے ظلم کا ڈنڈا چلنے لگا تو لوگوں کی زبانوں اور تبصروں کا رُخ ادھر پھر گیا،اب جہاں دیکھئے اسی کا چرچا ہے، بالخصوص ہمارے ملک میں تو لوگوں کا یہی مشغلہ بن گیا ہے،گھنٹوں لوگ حکومتوں، پارٹیوں،اور دوسروں کے ظلم وستم اور مکائد ودسائس کا تذکرہ اوران پر تبصرہ کرتے رہتے ہیں، ایسے لوگ جو خود اپنی نجی زندگی میں انھیں برائیوں میں ملوث ہوتے ہیں،جن کی وہ دوسروں پر تہمت رکھتے ہیں،لیکن مجال نہیں کہ اک ذرا بھی حرکت اپنی اصلاح کے لئے ہو، یا معمولی سی تنقیدی نظر اپنے اوپر پڑے، اس طرح حالات میں اور بھی بگاڑ ہوتا چلا جاتا ہے۔حدیث قدسی ہے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

إن الله تعالیٰ يقول :أناالله لا إله إلا أنا مالک الملوک وملک الملوک قلوب الملوک في يدی وإن العباد إذا أطاعونی حولت قلوب الملوک بالرحمة والرافة وإن العباد إذا عصونی حولت قلوبهم بالسخطة والنقمة فساموهم سوء العذاب فلا تشغلوا أنفسكم بالدعاء على الملوک ولكن اشغلوا أنفسكم بالذكر والتضرع كی أكفيكم

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں ہی بادشاہوں کا مالک ہوں، میں بادشاہوں کا بادشاہ ہوں، بادشاہوں کے دل میرے قبضۂ قدرت میں ہیں، بندے جب میری اطاعت کرتے ہیں تو میں بادشاہوں کے دلوں میں رحمت وشفقت ڈال دیتا ہوں، اور جب وہ میری نافرمانی کرتے ہیں،تو میں ان کے قلوب میں شدید غصہ اور انتقامی کیفیت پیدا کردیتا ہوں،تو وہ انھیں مبتلائے عذاب کردیتے ہیں، لہٰذا اے لوگو!تم بادشاہوں پر بددعا کرنے میں اپنے آپ کو نہ لگاؤ، بلکہ مجھ سے دعا وتضرع میں لگ جاؤ، پھر میں تمہارا بہتر انتظام کردوں گا۔(مشکوۃ شریف،کتاب الامارۃ)

اس حدیث کو بار بار پڑھنا چاہئے، جب بددعا کرنے کی ممانعت ہے،تو فضول تبصروں اور لغو تنقیدوں کی اجازت بھلا کب ہوسکتی ہے،جو کام کرنے کا ہے اسے کرنا چاہئے۔

انوار حدیث

جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے

مولانا محمد خالد سعید مبارکپوری استاذ شعبۂ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

عن أبي أمامة قال: دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم بخُفَّيه يَلبَسُهما فَلَبِسَ أحَدَهما، ثمَّ جاءَ غُرابٌ فاحْتَمَلَ الآخرَ فَرَمَى به، فخرَجتْ منه حَيَّةٌ، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من كان يؤمنُ بالله واليوم الآخِرِ فلا يَلْبَسْ خُفَّيه حتى يَنفُضَهما۔

(رواه الطبراني في المعجم الكبير ۱۳۷/۸)

حضرت ابو امامہ باہلیؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خفین (چمڑے کے موزے) منگائے کہ انہیں پہنیں، تو ان میں سے ایک خف پہنا، پھر ایک کوّا آیا اور اس نے دوسرے خف کو اٹھالیا اور پھر اس کو پھینکا تو اس میں سے ایک سانپ نکلا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے خفین نہ پہنے یہاں تک کہ انھیں جھاڑ لے۔

خفین پہننے سے پہلے اچھی طرح جھاڑ جھٹک لینا

حضرت ابوامامہ باہلیؓ نے اس روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خفین پہننے کے لئے منگائے، ابھی ایک ہی خف پہنا تھا کہ اچانک ایک کوّا آیا اور دوسرا خف لے اڑا، اور پھر اوپر سے اس کو گرایا تو اس خف میں سے ایک سانپ نکلا، یہ دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من كان يؤمنُ بالله واليوم الآخِرِ فلا يَلْبَسْ خُفَّيه حتى يَنفُضَهما شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ جب تک اپنے خفین کو جھاڑ نہ لے، انھیں نہ پہنے۔

سبحان اللہ! شریعتِ اسلامی کس قدر جامع ہے کہ اس میں زندگی کے ہر گوشہ کے لئے رہنمائی اور تعلیم موجود ہے، اور ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر کس قدر شفیق اور مہربان ہیں کہ کسی امتی کو کوئی تکلیف اور اذیت نہ پہونچے اس کے لئے ایسے بظاہر معمولی مگر اہم امر کی طرف بھی توجہ

دلائی، بلکہ اسے ایمان کا تقاضہ بتایا۔

خفین کو پہننے سے پہلے زور سے جھٹک لینے اور جھاڑ لینے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے تاکہ اگر اس میں سانپ، بچھو، یا کوئی دیگر موذی جانور ہو تو اس سے کوئی نقصان نہ پہونچے، اسی طرح بند جوتے وغیرہ اور رات بھر دیوار اور کھونٹیوں پر لٹکے ہوئے قمیص اور کپڑے وغیرہ بھی پہننے سے پہلے اچھی طرح جھاڑ اور جھٹک لینا چاہئے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ :يُستَحبُ لكل من يريدُ لُبسَ الخفِّ في حضَرٍ أو سفرٍ أن ينكسَ الخفَّ وينفض ما فيه حذراً من حيّة أو عقربٍ أو شوكةٍ (احياء علوم الدين كتاب آداب السفر)

یعنی ہر وہ شخص جو سفر یا حضر میں خُف پہننا چاہے اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ خُف کے اندر سانپ، بچھو یا کانٹے وغیرہ سے بچنے کے لئے اس کو الٹ کر جھاڑ لے۔

سونے سے پہلے بستر جھاڑنا

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے سے پہلے بستر جھاڑنے کا حکم دیا ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے بستر پر آئے تو اسے چاہئے کہ اپنے ازار (لنگی) کے کنارے کو پکڑ کر اس سے اپنا بستر جھاڑے اور بسم اللہ پڑھے، اس لئے کہ اس کو نہیں معلوم کہ اس کے بعد اس کے بستر میں کیا چیز آئی ہے، اور پھر جب لیٹنے کا ارادہ کرے تو دائیں کروٹ پر لیٹ کر یہ دعا پڑھے، سبحانك رَبّي بِكَ وَضَعْتُ جَنْبِي وَ بِكَ اَرْفَعُه، إنْ أمْسَكْتَ نَفْسِي فَاغْفِرْ لَهَا وَإنْ أرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحفَظُ بِه عِبَادَكَ الصالحين

(مسلم ۲/۳۴۹۔بخاري ۲/۹۳۵)

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ بستر پر جانے سے پہلے اس کو جھاڑ لینا مستحب ہے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ اس میں کوئی سانپ، بچھو یا ان کے علاوہ کوئی موذی چیز داخل ہوگئی ہو، اور اس طرح سے جھاڑنا چاہئے کہ ازار کے کنارے سے ہاتھ چھپا ہوا ہو، تاکہ اگر وہاں کوئی ناگوار چیز ہو تو ہاتھ کو نہ لگے۔ (شرح مسلم للنووی ۲/۳۴۹)

مشکیزے سے منھ لگا کر پینے سے ممانعت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزے کے منھ سے منھ لگا کر پینے سے بھی منع فرمایا ہے، اس بات کو

متعدد صحابہ کرام نے نقل فرمایا ہے، ان میں سے ایک حضرت ابوسعید خدری ؓ ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ: نَهَى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن اِخْتِنَاثِ الأَسْقِيَةِ أن يُشْرَبَ من أفْواهِهَا (البخاری ۲/۸۴۱۔ مسلم ۲/۱۷۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم بھی امت پر شفقت کی وجہ سے اور ان کو مضرت سے بچانے کے لئے ہے، اس ممانعت کی مختلف وجہیں اور مصلحتیں ذکر کی گئی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس صورت میں اس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں برتن میں کوئی موذی چیز ہو اور منھ لگا کر پینے کی وجہ سے وہ ایک دم سے اس کے منھ یا پیٹ میں چلی جائے، اور ایسا واقعہ پیش بھی آیا ہے جیسا کہ سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے نقل فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشکیزے کے منھ سے منھ لگا کر پینے سے منع کرنے کے بعد ایک شخص رات میں اٹھ کر مشکیزے سے منھ لگا کر پینے لگا تو یکا یک اس کے اوپر اس میں سے ایک سانپ نکل آیا۔

عن ابن عباس قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن اِختناث الأسقية ،و أنَّ رجلاً بعد ما نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ذلك قام من الليل إلى سقاءٍ فاختنثه فخرجتْ عليه منه حيّة (سنن ابن ماجہ ص: ۲۴۴)

اسی طرح رات میں لوٹے وغیرہ کی ٹونٹی سے منھ لگا کر پینے سے احتیاط برتنی چاہئے کہ مبادا اس میں کوئی موذی چیز ہو اور وہ اچانک منھ یا حلق میں چلی جائے اور نقصان پہونچائے۔

نمازِ توبہ

حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بندہ سے جب کوئی گناہ سرزد ہو جائے اور وہ اچھی طرح وضو کرے پھر اطمینان سے دو رکعت نماز پڑھے (بہ نیت توبہ) اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرے، استغفار پڑھے، تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔ (ابوداؤد: حدیث نمبر ۱۴۹۲)

علمی تحقیق

حدیثِ صلاۃ التسبیح کی تحقیق

مولانا عبدالعظیم بلیاوی، استاذ شعبۂ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

عربی سے ترجمانی : محمد ابوامامہ قاسمی ممبئی متخصص مظاہر علوم سہارنپور

صلاۃ التسبیح مستحب اور بڑی فضیلت و برکت والی نماز ہے، اس کے سلسلہ میں وارد احادیث کم از کم مجموعی طور پر حسن لغیرہ کے درجہ تک پہونچتی ہیں، نیز یہ ہر زمانہ کے صلحاء امت کے معمولات میں شامل رہنے کی وجہ سے مؤید بالتعامل بھی ہے، حدیثی زاویہ نظر سے اس پر کئے گئے اکثر ائمہ فن کے کلام سے اسی موقف کی ہی تائید وتوثیق ہوتی ہے، لیکن بعض ائمہؒ کی طرف سے اس پر ایسا کلام بھی ملتا ہے جس سے اس کی صحیح حیثیت متاثر ہوتی ہوئی نظر آتی ہے، اگر چہ اس پر بعد کے علماء کا تعاقب بھی موجود ہے، لیکن اس کو بنیاد بنا کر بعض لوگوں کی طرف سے اس سلسلہ میں تشکیک وتشویش پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے۔

مظاہر علوم کے عربی مجلہ ''المظاہر'' کے شمارہ (رجب/شعبان ۱۴۴۰ھ) میں ''تحقیق حدیث صلاۃ التسبیح'' کے عنوان سے حضرت الاستاذ حفظہ اللہ کا ایک مضمون شائع ہوا، جس میں آپ نے اس باب کی احادیث کی تخریج فرمائی ہے اور ان کے طرق اور ان کے رجال پر حدیثی زاویۂ تحقیق سے کئے گئے تمام اہم کلام اور مختلف روایات کو یکجا ومرتب فرمادیا ہے، جس سے ان شاء اللہ العزیز اس کی صحیح حیثیت واہمیت سمجھنے میں مدد ملے گی۔

نص حدیث جمع روایات کے ساتھ:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعباس بن عبد المطلب: يا عباس، يا عماه، ألا أعطيك؟ ألا أمنحك؟ ألا أحبوك؟. وفي رواية: ألا أهدي لك؟.

وفي رواية: قال لجعفر بن أبي طالب: ألا أهب لك؟ ألا أبشرك؟ ألا أتحفك؟. ألا أفعل بك عشر خصال، إذا أنت فعلت ذلك غفر الله لك ذنبك أوله وآخره وقديمه وحديثه وخطأه وعمده وصغيره وكبيره وسره وعلانيته، عشر خصال: أن تصلي أربع ركعات تقرأ

في كل ركعة فاتحة الكتاب وسورة، فإذا فرغت من القراءة في أول ركعة وأنت قائم، قلت: سبحان الله، والحمد لله، ولا إله إلا الله، والله أكبر، خمس عشرة مرة، ثم تركع، فتقولها وأنت راكع عشرا، ثم ترفع رأسك من الركوع، فتقولها عشرا، ثم تهوي ساجدا، فتقولها وأنت ساجد عشرا، ثم ترفع رأسك من السجود فتقولها عشرا، ثم تسجد، فتقولها عشرا، ثم ترفع رأسك، فتقولها عشرا، فذلك خمس وسبعون، في كل ركعة تفعل ذلك في أربع ركعات.

وفي رواية: وهي ثلاث مأة في أربع ركعات، فلو كانت ذنوبك مثل رمل عالج غفرها الله لك.

وفي رواية: فإنك لو كنت أعظم أهل الأرض ذنبا غفر لك بذلك.

إن استطعت أن تصليها في كل يوم مرة فافعل، فإن لم تفعل ففي كل جمعة مرة، فإن لم تفعل ففي كل شهر مرة، فإن لم تفعل ففي كل سنة مرة، فإن لم تفعل، ففي عمرك مرة.

وروى الترمذي عن ابن مبارك۔أنه قال: يكبر، ثم يقول سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا إله غيرك، ثم يقول خمس عشرة مرة سبحان الله، والحمد لله، ولا إله إلا الله، والله أكبر، ثم يتعوذ ويقرأ بسم الله الرحمن الرحيم وفاتحة الكتاب وسورة ثم يقول عشر مرات.

ولم يذكر فيما بعد السجدتين وقال: أيضاً يبدأ في الركوع بسبحان ربي العظيم، وفي السجود بسبحان ربي الأعلى ثلاثا ثم يسبح التسبيحات.

قال عبد العزيز بن أبي رزمة قلت لعبد الله بن المبارك: إن سها فيها أيسبح في سجدتي السهو عشرا عشرا؟ قال: لا، إنما هي ثلاث مأة تسبيحة.

مجموعۂ روایات سے حاصل تین باتیں

ان روایات کے مجموعہ سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں:

۱۔ صلاۃ التسبیح کی اہمیت وفضیلت:

بعض روایات کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو اور ایک روایت میں ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر بن ابی طالب کو تحفہ میں یہ نماز

دی، اور اس کا طریقہ سکھلایا، اور فرمایا کہ جب آپ یہ نماز پڑھیں گے تو اللہ تعالی آپ کے دس قسم کے گناہ: اگلے پچھلے، نئے پرانے، دانستہ وغیر دانستہ، چھوٹے بڑے، ڈھکے چھپے اور علانیہ کئے ہوئے: سب معاف فرمادینگے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ: اگر تمہارے گناہ عالج میدان کے ریت کے برابر ہوں تو بھی اِس کی برکت سے اللہ تعالی انہیں معاف فرمادینگے۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ: اگر تم روئے زمین پر سب سے بڑے گنہ گار بھی ہوگے تو اس کی وجہ سے اللہ تعالی تمہیں معاف فرمادینگے۔

اور آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ: اگر آپ یہ نماز روز پڑھ سکیں تو روز پڑھیں، اور اگر روز پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتے تو ہفتہ میں ایک مرتبہ پڑھ لیں، اگر ہفتہ میں بھی نہ ہو سکے تو مہینہ میں ایک مرتبہ پڑھ لیں، اگر مہینہ میں بھی نہ ہو سکے تو سال میں ایک مرتبہ پڑھ لیں، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو زندگی میں ایک مرتبہ پڑھ لیں۔

۲۔صلاۃ التسبیح پڑھنے کے دو طریقے

صلاۃ التسبیح پڑھنے کے دو طریقے ہیں، اور دونوں طریقے سے پڑھنا جائز ہے؛ لیکن پہلا طریقہ افضل ہے۔

پہلا طریقہ:

حدیث میں اس کا طریقہ یہ بیان کیا گیا کہ: صلاۃ التسبیح کی چار رکعات کی نیت سے نماز شروع کریں، اور ہر رکعت کے قیام کی حالت میں پہلے سورۂ فاتحہ اور کوئی اور سورت پڑھیں، پھر اس سے فارغ ہو کر حالت قیام میں ہی پندرہ مرتبہ "سبحان الله و الحمد لله و لا إله إلا الله و الله أكبر" پڑھیں، پھر رکوع کریں اور رکوع کی تسبیح سے فارغ ہو کر دس مرتبہ یہ تسبیح پڑھیں، پھر رکوع سے سر اٹھائیں اور دس مرتبہ پڑھیں، پھر سجدہ کریں اور سجدہ کی تسبیح سے فارغ ہو کر حالتِ سجدہ میں ہی یہ تسبیح دس مرتبہ پڑھیں، پھر سجدہ سے سر اٹھائیں اور دس مرتبہ پڑھیں، پھر دوسرا سجدہ کریں اور اسی طرح اس میں بھی دس مرتبہ پڑھیں، پھر اس دوسرے سجدہ سے سر اٹھا کر بیٹھیں اور دس مرتبہ پڑھیں، اس طرح ہر رکعت میں یہ تسبیح پچھتر مرتبہ ہو جاتی ہے، اور چاروں رکعتوں میں اسی طرح پڑھیں، تو یہ تسبیح مکمل تین سو مرتبہ ہو جاتی ہے۔

دوسرا طریقہ

امام ترمذی رحمہ اللہ نے عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے ایک دوسرا طریقہ نقل کیا ہے، اس میں بس اتنا

فرق ہے کہ: اس میں حالت قیام میں ہی یہ تسبیح پچیس مرتبہ پڑھ لی جاتی ہے: ثناء کے بعد پندرہ مرتبہ اور سورۂ فاتحہ اور سورت سے فارغ ہو کر دس مرتبہ، جس کی وجہ سے دوسرے سجدہ کے بعد جلسۂ استراحت میں بیٹھ کر دس مرتبہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہوتی، اس سے پہلے ہی ایک رکعت کی تعداد: پچھتر مرتبہ پوری ہوجاتی ہے۔

۳۔ایک مسئلہ اوراس کا جواب:

عبد العزیز بن ابورزمۃؒ نے فرمایا کہ: میں نے عبد اللہ بن مبارکؒ سے دریافت کیا کہ: اگر ان تسبیحات میں سہو ہوجائے تو کیا دو سجدۂ سہو میں دس دس مرتبہ یہ تسبیح پڑھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ: نہیں، یہ تو بس تین سو تسبیحات ہیں۔

تخریج حدیث:

یہ حدیث متعدد صحابہ کرام سے اور متعدد طرق سے مروی ہے:

(۱) ابوداود (۱/ ۱۸۳-۱۸۴) میں عبد اللہ ابن عباسؓ، عبد اللہ بن عمروؓ اور ایک انصاری صحابیؓ کے طریق سے ہے۔ مزیؒ نے فرمایا کہ: اس سند میں انصاریؓ سے مراد جابر بن عبد اللہؓ ہیں، اور ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: بہ ظاہر یہ ابو کبشہ الانماریؓ ہیں۔ (اللآلی المصنوعۃ ۲/ ۴۲، بذل ۲/ ۲۷۷-۲۷۸)

(۲) ترمذیؒ (۱/ ۱۰۹) میں ابو رافع کے طریق سے ہے۔

(۳) ابن ماجہؒ (۱/ 99) میں ابن عباسؓ اور ابو رافعؓ کے طریق سے ہے۔

(۴) مصنف عبد الرزاق (۳/ ۱۲۳) میں جعفر بن ابی طالبؓ کے طریق سے ہے۔

(۵) صحیح ابن خزیمۃ (۲/ ۲۲۳ رقم ۱۲۱۶) میں ابن عباسؓ کے طریق سے ہے۔

(۶) مستدرک حاکم (۱/ ۳۱۸-۳۱۹) میں ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ کے طریق سے ہے۔

(۷) سنن بیہقی (۳/ ۵۱-۵۲) میں ابن عباسؓ، عبد اللہ بن عمروؓ کے طریق سے ہے۔

(۸) امام بخاری رحمہ اللہ کی (جزء القراءۃ خلف الإمام ص: ۸۳) میں ابن عباسؓ کے طریق سے ہے۔

اور ان کے علاوہ اور دیگر حضرات نے بھی روایت کی ہے۔

مذکورہ روایات پر تفصیلی کلام

جن روایات کی تخریج کی گئی ہے، یہ کل چھ صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، اب ان تمام صحابۂ کرام

کی روایات پر ائمہ کے تفصیلی کلام نقل کئے جاتے ہیں :

(۱)—ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی سلسلہ میں:

منذریؒ (۱/ ۲۰۵) نے ابن ابوداود سے نقل کیا ہے کہ امام ابوداود نے فرمایا کہ: صلاۃ التسبیح کے سلسلہ میں اس کے علاوہ کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔حاکمؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ابن المدینیؒ نے فرمایا کہ: یہ سند حسن کی شرط پر پوری اترتی ہے۔زرکشیؒ نے فرمایا کہ: صحیح ہے۔حافظ صاحبؒ نے ''الخصال المکفرۃ'' میں فرمایا کہ: اس سند کے رجال **لا بأس بھم** درجہ کے ہیں۔اور ''اَمالی الاَذکار'' میں اس کے سلسلہ میں فرمایا کہ: یہ حسن سند ہے۔لیکن انھوں نے ''تخریج اَحادیث الرافعی'' میں فرمایا کہ: ابن عباس کی حدیث میں قریب قریب حسن کی شرائط موجود ہیں؛ لیکن یہ شاذ ہے، اس لئے کہ اس میں بہت سخت تفرد ہے اور کسی معتبر طریق سے اس کی متابع وشاہد بھی نہیں ملی ہیں، نیز اس نماز کی کیفیت دیگر نمازوں سے بالکل مختلف ہے، اور موسی بن عبد العزیز اگر چہ صادق وصالح (نیک اور سچے) ہیں لیکن وہ اس قابل نہیں ہیں کہ ان سے اس طرح کا تفرد قبول کیا جاسکے۔

ابن خزیمہؒ نے فرمایا کہ: اگر حدیث صحیح ہو، (اور صحیح ہونے میں تردد اس وجہ سے ہے) کیوں کہ اس سند کے بارے میں دل میں کچھ کھٹک ہے۔

اور ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اسے ''**الموضوعات ۲/ ۱/ ۲**'' میں ذکر کرنے کے بعد فرمایا : ہمارے نزدیک موسی بن عبد العزیز مجہول ہیں۔

(۲)—عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بارے میں:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''الخصال المکفرۃ'' میں فرمایا کہ: ابوداودؒ نے اسے **لا بأس بہ** سند سے روایت کیا ہے۔

(۳)—انصاریؓ کی حدیث کے سلسلہ میں:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امالی الاذکار میں فرمایا کہ: اس حدیث کی سند حسن درجہ سے کم نہیں ہے۔

(۴)—ابورافع رضی اللہ عنہ کی حدیث کے سلسلہ میں:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''امالی الاذکار'' میں فرمایا کہ: اس میں موسی بن عبیدہ الربذی ہیں جو بہت ضعیف ہیں۔

(۵)—جعفر بن ابی طالبؓ کی حدیث حافظ صاحب نے ''اَمالی الاَذکار'' میں ذکر کی ہے اور فرمایا کہ :

دار قطنیؒ، سعید بن منصورؒ، خطیبؒ اور عبد الرزاقؒ نے اسے روایت کیا ہے، اور انہوں نے ان کی سندیں ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ: ابو معشرؒ اور اسی طرح ان کے شیخ ابورافعؒ ضعیف ہیں۔

(بندہ عبد العظیم عرض کرتا ہے کہ: عبد الرزاق کے شیخ محمد بن قیس نے ابورافع سے لینے میں ان کی متابعت کی ہے، اور دارقطنیؒ کی سندان دونوں کی سند سے الگ ہے)۔

(۶)—عبد اللہ بن عمرؓ کی حدیث کے بارے میں:

حاکمؒ نے فرمایا کہ: یہ صحیح سند ہے اور بے غبار ہے، اور جیسا کہ ہمارے نسخہ میں ہے کہ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ لیکن حافظ صاحب نے "اَمالی الأذکار" میں فرمایا کہ: تلخیص میں ذہبی نے ان کا تعاقب کیا ہے، اس طور پر کہ اس کی سند میں احمد بن داود بن عبد الغفار الحرانی ہیں، دارقطنی نے ان کی تکذیب کی ہے۔ اور منذری (۱/ ۲۰۵) نے فرمایا کہ: ان کے سلسلہ میں کئی ائمہ نے کلام کیا ہے اور دارقطنی نے اسے جھوٹا قرار دیا ہے۔

مذکورہ روایات پر اجمالی کلام

منذریؒ نے الترغیب (۱/ ۲۰۷) میں فرمایا کہ: صلاۃ التسبیح کے سلسلہ میں بہت طویل گفتگو اور بہت زیادہ اختلاف ہے، میں نے اسے دوسری کتاب میں مفصل طور پر ذکر کیا ہے۔

اور ابن الجوزیؒ نے "الموضوعات" ۲/ ۱۴۵ میں اس کے طرق ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ: یہ تمام طرق ثابت نہیں ہیں۔

ابن تیمیہ اور ابن عبد الہادیؒ نے فرمایا کہ: اس سلسلہ میں وارد احادیث باطل ہیں۔ اور ابن عبد الہادیؒ نے مزیؒ سے اس کی تضعیف اور ذہبیؒ سے اس میں توقف نقل کیا ہے۔

تخریج اَحادیث الرافعی میں حافظ صاحب اسی طرف مائل ہوئے ہیں، اور اس میں انہوں نے عقیلیؒ سے نقل کیا ہے کہ: صلاۃ التسبیح کے سلسلہ میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے، اور ابوبکر ابن العربیؒ سے نقل کیا ہے کہ: اس باب میں کوئی صحیح و حسن حدیث نہیں ہے، لیکن حافظ صاحب نے "الخصال المکفرۃ" اور "اَمالی الأذکار" میں اس کو قوی قرار دیا ہے، اور فرمایا کہ: صلاۃ التسبیح: عبد اللہ بن عباس، ان کے بھائی فضل، ان کے والد عباس اور عبد اللہ بن عمر، ابورافع، علی بن ابی طالب، ان کے بھائی جعفر، بیٹے عبد اللہ بن جعفر اور ام سلمہ اور انصاری جن کا نام مذکور نہیں ہے؛ کی حدیثوں میں وارد ہوئی ہے۔ پھر انہوں نے ایک ایک حدیث پر کلام کے بعد فرمایا کہ: پہلے مذکورہ لوگوں کے علاوہ جن حضرات نے اس کو صحیح یا حسن قرار دیا ہے ان میں: ابن مندہؒ بھی ہیں، — انہوں نے اس سلسلہ میں ایک کتاب بھی تالیف کی ہے — ، اور آجریؒ، خطیبؒ، ابو

سعد السمعانیؒ، ابوموسی المدینیؒ، ابوالحسن بن المفضلؒ، منذریؒ، ابن الصلاحؒ، نوویؒ (تہذیب الاسماء والغات میں) اور سبکیؒ اور دیگر حضرات ہیں، انہوں نے فرمایا کہ: اس کے مستحب ہونے کی صراحت شوافع کے دونوں طریق کے ائمہ نے کی ہے، جن میں شیخ ابوحامدؒ، المحاملیؒ، جوینیؒ، ان کے لڑکے امام الحرمینؒ، غزالیؒ، قاضی حسینؒ، بغویؒ، متولی زاہر بن احمد السرخسیؒ، اور رافعیؒ ہیں۔ (اختصار کے ساتھ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا کلام مکمل ہوا۔)

علائیؒ نے فرمایا کہ: صلاۃ التسبیح کی حدیث: صحیح ورنہ حسن تو ضرور ہے۔

بلقینیؒ نے فرمایا کہ: صلاۃ التسبیح کی حدیث صحیح ہے، اور اس کے بعض طرق بعض کو مضبوط کرتے ہیں، یہ نماز سنت ہے، اس پر عمل کرنا چاہئے۔

حاکمؒ نے مستدرک (۱/ ۳۱۹-۳۲۰) میں فرمایا کہ: اس حدیث کی صحت پر اس سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے کہ: اتباع تابعین کے زمانہ سے لیکر ہمارے اس زمانہ تک ائمہ نے اس پر عمل کیا ہے، پابندی و مواظبت کے ساتھ یہ نماز پڑھتے رہے ہیں، اور لوگوں کو اس کی تعلیم بھی دی ہے، ان میں عبد اللہ بن المبارک رحمہ اللہ بھی ہیں، پھر انہوں نے ابن مبارکؒ کی روایت ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ: ابن مبارکؒ سے اس حدیث کو روایت کرنے والے سب روات ثقہ اور ثابت ہیں، اور عبد اللہ ابن مبارک رحمہ اللہ پر اس بات کا الزام نہیں لگایا جا سکتا کہ وہ کوئی ایسی چیز لوگوں کو سکھائینگے جو سنداً ان کے نزدیک صحیح نہ ہو۔

بیہقیؒ نے فرمایا کہ: ہر زمانہ میں صالحین اسے ایک دوسرے سے لیتے چلے آئے ہیں، اور ان کے تعامل وتداول سے حدیثِ مرفوع کو تقویت ملتی ہے۔

حافظ صاحبؒ نے فرمایا کہ: سب سے پہلے جس سے یہ نماز پڑھنا ثابت ہے وہ ابوالجوزاء اوس بن عبد اللہ البصری ہیں جو کہ ثقات تابعین میں سے ہیں، اس حدیث کو دارقطنی نے ان سے حسن درجہ کی سند سے نقل کیا ہے۔

اوپر ذکر کردہ اقوال سے صلاۃ التسبیح کی حدیث کا روایتی حیثیت سے حسن درجہ کا ہونا، اور ہمیشہ سے ائمہ اور اولیاء امت رحمہم اللہ کے تعامل میں رہنا واضح ہے، چنانچہ:

عبد العزیز بن ابوداودؒ — جو کہ ابن مبارک سے بھی پہلے کے ہیں — نے فرمایا کہ: جس کو جنت کی طلب ہو وہ صلاۃ التسبیح ضرور پڑھا کرے۔

زاہد ابوعثمان الحیریؒ نے فرمایا کہ: مصیبت اور غم سے نجات کے لئے صلاۃ التسبیح جیسی مفید و مؤثر کوئی شئ میں نے نہیں دیکھی۔ (اس بحث کا اکثر حصہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی اللآلی المصنوعۃ ۲/ ۳۷-۴۵ سے ماخوذ ہے)

عصر حاضر

ماہ رمضان میں رسول اللہ ﷺ کے معمولات

مولانا محمد اجمل قاسمی
استاذ تفسیر وادب مدرسہ شاہی مراد آباد

روزہ ہو یا دوسری عبادتیں ان کے مقاصد اور ان کے فوائد وثمرات اسی وقت حاصل ہوتے ہیں جب کہ ان کو پورے ذوق وشوق سے ان کے شرائط وآداب کے ساتھ انجام دیا جائے، اس کے بغیر مطلوبہ فوائد پوری طرح حاصل نہیں ہوتے، عبادات میں ذوق وشوق پیدا کرنے کا سب سے بہترین ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وعمل ہیں اور ان کے شرائط وآداب جاننے کا سب سے بنیادی ذریعہ قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ کے ارشادات وفرمودات ہیں؛ اس لیے آئیے ذیل کی سطروں میں یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ رسول اللہ روزے کے سب سے حسین موسم رمضان المبارک کو کس طرح گذارتے تھے، آپ کے معمولات کیا ہوتے تھے، اور آپ نے روزوں کی خیر وبرکت پانے کے لیے امت کو کیا ہدایات دیں؟

عبادت وریاضت اور دعاؤں کا غیر معمولی اہتمام

رسول اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہمہ جہت اور ہمہ گیر ہے، آپ ایک رسول تھے، داعی و مصلح تھے، حاکم وقت تھے، قاضی وفیصل تھے، قائد اور سالار لشکر تھے، آپ پر خانگی اور عائلی اور نہ جانے کون کون سی ذمہ داریاں تھیں اور آپ بیک وقت یہ ساری ذمہ داریاں اس طرح بحسن خوبی انجام دیتے تھے، کہ کہیں کوئی خلل اور کمزوری نظر نہیں آتی؛ مگر ان تمام ذمہ داریوں اور اوصاف حمیدہ میں جو سب سے نمایاں اور غالب وصف ہے وہ آپ کی عبدیت و بندگی اور ذوق عبادت ہے، امن ہو جنگ ہو، رزم ہو بزم ہو، سفر ہو حضر ہو، خلوت ہو جلوت ہو، آپ کو نمازوں کا اہتمام ملے گا، روزوں کی کثرت ملے گی، عبادت وریاضت ملے گی، ذکر ومناجات ملے گی، آہ سحر گاہی اور نالہ نیم شبی ملے گا، لمبے سجدے ملیں گے، طویل دعائیں ملیں گے، رب کے حضور عجز ونیاز ملے گا، حضور کی زندگی کے جس پہلو کو بھی چاہیں اٹھالیں، کوئی پہلو بھی عبدیت وبندگی سے خالی نہیں ملے گا۔

جیسا کہ اوپر واضح کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عام زندگی میں بھی آپ کی عبدیت اور ذوق

عبادت کا پہلو بہت ہی نمایاں اور ممتاز تھا، تو پھر رمضان کے کیا کہنے! یہ تو طبع مبارک کے لیے خاص بہار ونشاط کا زمانہ تھا، ذوق عبادت اپنے عروج پر ہوتا، مشقت ریاضت بڑھ جاتی، خوف وخشیت کا غلبہ ہوتا، دعاؤں میں الحاح وزاری کی کیفیت میں اضافہ ہوجاتا؛ یہاں تک کہ مجاہدے کے اثر اور خوف وخشیت کے غلبے سے آپ کا رنگ بدل جاتا؛ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

”کَانَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّمَ إذَا دَخَلَ رَمَضَانُ تَغَیَّرَ لَونُہٗ وَ کُثُرَتْ صَلَاتُہٗ وَ ابْتَہَلَ فِی الدُّعَاءِ وَ أَشْفَقَ مِنْہُ (بیہقی شعب الایمان، رقم: ۳۶۲۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت یہ تھی کہ جب رمضان داخل ہوتا تو آپ کا رنگ بدل جاتا، نمازوں میں اضافہ ہوجاتا، دعاؤں میں خوب الحاح وزاری کرتے، خوف وخشیت کا غلبہ ہوتا۔

رمضان میں آپ کے یہ جو مختصر حالات اس حدیث میں بیان ہوئے ان سے پتہ چلتا ہے کہ وہی شخص رمضان المبارک کی برکتوں سے صحیح طور پر فیض یاب ہوسکتا ہے جسے اس مبارک مہینے میں نیکیوں کی دھن لگی ہو، اس کے ایک لمحے کی قدر کرنے کے لیے ہمہ وقت مستعد رہتا ہو، اور آخرت کے ثواب اور جنت میں بلند مقام حاصل کرنے کے لیے اپنے راحت وآرام کو تج دیتا ہو، ہمارے بزرگوں کے واقعات کتابوں میں مذکور ہیں یہ حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی پیروی کرتے ہوئے رمضان میں راحت آرام اور غیر ضروری مصروفیات کو چھوڑ کر ریاضت ومجاہدے کے لیے اپنے کو وقف کردیتے، اور اس کی برکتوں سے پوری طرح فیض یاب ہوتے۔

سحری وافطاری

دین نام ہے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا، جس وقت جو حکم ہو بندہ چوں چرا کے بغیر اس کی تعمیل کے لیے آمادہ رہے، روزے میں اللہ تعالی نے دن بھر کھانے پینے اور شرم گاہ کی خواہشات کو حرام قرار دیا ہے، طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب کے درمیانی وقفے میں پانی کا ایک قطرہ بھی حلق سے اتر آئے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اس طرح اللہ بندوں کے جذبہ اطاعت اور صبر واستقامت کا امتحان لیتا ہے؛ مگر روزہ وقت پورا ہوتے ہی افطار کو نہ صرف جائز قرار دیتا ہے؛ بلکہ اس کی ترغیب بھی دی ہے، ان پر برکت اور خیر ومغفرت کے وعدے کیے ہیں، بندوں کے ضعف کی رعایت کرتے ہوئے افطاری میں جلدی

اور سحری میں تاخیر کو افضل قرار دیا ہے؛ تا کہ روزے کا عمل ان کے لیے آسان بھی ہو اور مختصر بھی، بندہ روزہ رکھ کر بھی اللہ کے الطاف وعنایات کا مورد بنتا ہے اور سحری اور افطار میں کھا پی کر بھی انعام ونوازش کا مستحق قرار پاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عموماً خود بھی سحری وافطاری کا اہتمام فرماتے اور دوسروں کو بھی ترغیب دیتے ؛ چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تَسَحَّرُوْا فَإِنَّ فِي السُّحُورِ بَرَكَةً" (صحیح مسلم :رقم۱۰۹۵)

سحری کیا کرو، اس لیے کہ سحری میں برکت ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"أُمِرْنَا أَنْ نُعَجِّلَ افْطَارَنَا وَنُؤَخِّرَ سُحُورَنَا" (السنن الکبری، ۲۳۸/۴)

ہمیں اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ ہم افطار میں جلدی کریں اور سحری میں تاخیر کریں۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْإِفْطَارَ" (صحیح مسلم رقم۱۰۹۸ وجامع الترمذی رقم ۷۰۰)

لوگ جب تک افطاری میں جلدی کرتے رہیں گے خیر کے ساتھ رہیں گے۔

ایک حدیث قدسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے:

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى أَحَبُّ عِبَادِيْ إِلَيَّ أَعْجَلُهُمْ فِطْرًا" (جامع الترمذی رقم ۷۰۰)

اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میرے بندوں میں مجھے سب زیادہ محبوب وہ ہے جو افطار میں سب سے زیادہ جلدی کرتا ہو۔

سحری میں تاخیر اور افطار میں جلدی کرنے کی فضلیت میں بہت سی روایتیں وارد ہوئیں، بعض طبیعتیں حد درجہ احتیاط پسند ہوتی ہیں؛ مگر سحری اور افطاری میں حد درجہ احتیاط کی وجہ سے روزہ کافی لمبا ہوسکتا ہے، جو لوگوں کے لیے باعث پریشانی ہوگا؛ اس لیے سحری میں تاخیر اور افطار میں جلدی کو مستحب قرار دیا گیا ہے؛ مگر اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ ضروری احتیاط بھی چھوڑ دی جائے اور آدمی سحری میں اتنی تاخیر اور افطار میں اتنی جلدی کرنے لگے کہ روزہ ہی مشکوک ہوجائے، سحری میں ایسی تاخیر اور افطار میں اتنی جلدی جس سے روزہ ہی مشکوک ہوجائے جائز نہیں ہے۔

کھجور یا پانی سے سحر وافطار

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو کھجور سے سحری وافطار کرنے کی ترغیب دی ہے، اور کھجور نہ ہونے کی صورت میں پانی سے افطار کی ترغیب دی ہے، جس کی وجہ سے علماء نے کھجور اور کھجور کی عدم موجودگی میں پانی سے افطار کو مسنون قرار دیا ہے۔

علامہ ابن القیم نے لکھا ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھجور اور پانی سے روزہ افطار کی ترغیب دینا درحقیقت امت پر شفقت اور ہمدردی کی وجہ سے تھا؛ اس لیے کہ خالی معدہ میٹھی چیز کو زیادہ قبول کرتا ہے، اور جسم کو اس سے اور چیزوں کی بنسبت زیادہ توانائی حاصل ہوتی ہے، رہا پانی کا استعمال تو معدہ میں دیر سے بھوکا پیاسا رہنے کی وجہ سے خشکی پیدا ہوجاتی ہے، شروع میں تھوڑا پانی استعمال کرنے سے معدے میں تری پیدا ہوجاتی ہے، جس سے بعد میں کھائی جانی والی غذا زیادہ صحت بخش ہوجاتی ہے، یہ تو جسمانی فائدہ ہوا، کھجور اور پانی کے ایک ساتھ استعمال سے کچھ ایسی خاصیت بھی پیدا ہوجاتی ہے جو قلب کی صلاح میں بھی موثر ہے، اہل اللہ پر یہ تاثیر مخفی نہیں۔“ (زادالمعاد ۱/۲۷۷)

ابن القیم رحمۃ اللہ نے زادالمعاد میں ایک حدیث بھی نقل فرمائی ہے جس میں یہ صراحت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی افطار میں کھجور یا پانی کا استعمال فرماتے تھے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”كَانَ يُفْطِرُ صَلَّى اللهُ عَلَى رُطَبَاتٌ قَبْلَ اَنْ يُصَلِّيَ، فَاِنْ لَمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ فَتَمَرَاتٌ، فَاِنْ لَمْ يَكُنْ تَمَرَاتٌ حَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ مَاءٍ“ (سنن ابی داؤد رقم: ۲۳۵۶ و جامع الترمذی رقم: ۶۹۶)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز مغرب کی ادائیگی سے پہلے چند تر کھجوروں سے افطار فرماتے تھے، اگر تر کھجوریں نہ ہوتیں تو چند چھوہاروں سے افطار کرتے اور اگر چھوہارے بھی نہ ہوتے تو آپ پانی کے چند گھونٹ نوش فرماتے۔“

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے صحابہ کو کھجور اور پانی کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”إذاافطر أحدكم فَلْيُفْطِرْ على تَمرٍ، فإنّه بركةٌ، فإنْ لم يَجِدْ فَلْيُفْطِرْ على ماءٍ، فإنّه طهور“ (جامع الترمذی، رقم: ۶۵۸)

تم میں جب کوئی افطار کرے تو کھجور سے کرے؛ اس لیے کہ کھجور میں برکت ہے، پس اگر

کھجور میسر نہ ہو تو پانی سے افطار کر لے؛ اس لیے کہ پانی نہایت پاک چیز ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"نِعْمَ سُحُورُ الْمُومِنِ التَّمَرُ" (سنن أبی داؤد، رقم: ۲۳۴۵)

کھجور مومن کے لیے کیا بہترین سحری ہے۔

قیام اللیل اور تراویح

رمضان میں مختلف عبادتوں کا اہتمام کرایا جاتا ہے، جس میں ایک عبادت قیام اللیل اور تراویح کی نماز ہے، رسول اللہ خود بھی قیام اللیل کا اہتمام کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے، چنانچہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يُرَغِّبُ فِي قِيامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيرِ أَنْ يَامُرَهُمْ فِيهِ بِعَزِيْمَةٍ فَيَقُولُ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَاناً وَاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ رَمَضَانَ مِنْ ذَنْبِهِ، فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَالأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ، ثُمَّ كَانَ الأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ فِيْ خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَصَدْرًا مِنْ خِلافَةِ عُمَرَ رَضِي اللهُ عَنْهُ عَلَى ذَلِكَ (صحیح مسلم، رقم ۷۵۹)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام رمضان کی ترغیب دیتے، وجوب کا حکم نہیں، آپ فرماتے: جو شخص رمضان کی راتوں میں نماز تراویح پڑھے اللہ پر ایمان رکھتے اور اس سے ثواب کی امید کرتے ہوئے تو اللہ اس کے سابقہ گناہوں کا معاف کر دے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک یہی عمل رہا، دور صدیقی اور ابتداء دور فاروقی میں بھی یہی عمل رہا"

اور ایک روایت میں ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِيْ الْمَسْجِدِ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَصَلّى بِصَلَاتِهِ نَاسٌ، ثُمَّ صَلّى مِنَ الْقَابِلَةِ فَكَثُرَ النَّاسُ، ثُمَّ اجْتَمَعُوْا مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ: قَدْ رَأَيْتُ الَّذِيْ صَنَعْتُمْ، فَلَمْ يَمْنَعْنِيْ مِنَ الْخُرُوجِ إِلَيْكُمْ إِلاّ أَنِّيْ خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ قَالَ: وَذَلِكَ فِيْ رَمَضَانَ (صحیح مسلم، رقم: ۷۶۱)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (رمضان کی) ایک رات مسجد میں نماز تراویح پڑھی، لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر دوسری رات جب آپ نے نماز پڑھی تو مقتدی زیادہ

ہوگئے ، تیسری یا چوتھی رات آپ نماز تراویح کے لیے تشریف نہ لائے ، اور صبح کو فرمایا: میں نے تمہارا وہ شوق دیکھا جس کا مظاہرہ تم نے رات میں کیا، اور میں اس ڈر سے نہیں آیا کہ کہیں یہ نماز تم پر رمضان میں (تراویح) فرض نہ کردی جائے''

مذکورہ بالا احادیث چند باتیں معلوم ہوئیں

۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے ساتھ چند رات تراویح باجماعت پڑھی۔

۲۔ پھر جب لوگوں کا شوق دیکھا تو اس اندیشہ سے جماعت ترک کردی کہ کہیں تراویح باجماعت فرض نہ ہوجائے۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کا اہتمام گرچہ ترک کردیا؛لیکن خود بھی رمضان کی راتوں میں نمازوں کی کثرت رکھتے تھے اور لوگوں کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے۔

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ترغیب دلانے سے لوگ خود حضور کی حیات طیبہ اور اس کے بعد دور صدیقی اور دور فاروقی کے ابتدائی زمانے میں اپنے اپنے طور پر تراویح کا اہتمام کرتے تھے۔

۵۔ نماز تراویح میں انتہائی ذوق وشوق کا مظاہرہ کیا کرتے تھے۔

۶۔ تراویح اگر اخلاص کے ساتھ ادا کی جائے تو اس سے عمر بھر کے گناہ (صغیرہ) معاف ہوجاتے ہیں۔

تراویح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند روز باجماعت پڑھائی تھی اور پھر فرض کے خوف سے ترک کردیا تھا، آپ کی وفات کے بعد فرضیت کا اندیشہ ختم ہوگیا تھا؛اس لیے حضرت عمرؓ نے اپنے دور حکومت میں چند سالوں کے بعد اس کو حضور صلی اللہ علیہ کے ابتدائی طریقے کے مطابق باجماعت شروع کردیا، جسے صحابہ نے پسند فرمایا اور وہی طریقہ امت میں آج تک چلا آرہا ہے۔

بہر حال تراویح رمضان کا بہت اہم اور مبارک عمل ہے، اس کی ادائیگی مغفرت کا ذریعہ اور باعث اجر وثواب ہے اور اس سے غفلت بہت بڑی محرومی کا سبب ہے۔

تہجد کا اہتمام

تہجد کی نماز اللہ تعالی نے بندوں کے ضعف کی رعایت کرتے ہوئے گو فرض نہیں کی ہے؛ مگر اس کے فضائل اور اس کا ثواب بہت زیادہ ہے اور نفس کی سرکشی دور کرنے میں اس کا بڑا اہم کردار ہے،

احادیث میں اس نماز کی بڑی تاکید وارد ہوئی ہیں، خود اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں بڑے زوردار انداز میں اس کی تاکید کی ہے، سورہ مزمل کی ابتدائی آیات اس کی تاکید وترغیب اور اہمیت فضیلت کے بیان میں وارد ہوئی ہیں، تہجد کا فائدہ بتاتے ہوئے اللہ رب العزت نے فرمایا:

''اِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْأً وَ اَقْوَمُ قِيْلاً'' (المزمل:٦)

''بیشک رات کے وقت اٹھنا ہی ایسا عمل ہے جس سے نفس اچھی طرح کچلا جاتا ہے، اور بات بھی بہتر طریقے پر کہی جاتی ہے''

یعنی رات کو اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھنے سے انسان کے لیے اپنی نفسانی خواہشات پر قابو پانا آسان ہوجاتا ہے، اور رات کے وقت چوں کہ شور وغل نہیں ہوتا؛ اس لیے تلاوت اور دعا ٹھیک ٹھیک اور حضور قلب کے ساتھ ادا ہوتی ہے، دن کے وقت یہ فائدے کم ہوتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو تہجد کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَإِنَّهُ دَأْبُ الصَّالِحِيْنَ قَبْلَكُمْ'' (سنن النسائی، رقم: ۳۵۴۹)

لوگو! رات میں اللہ کے حضور نمازوں میں کھڑے ہونے کو لازم پکڑلو؛ اس لیے کہ یہ تم سے پہلے نیکوں کا طریقہ رہا ہے۔

تہجد آپ عام دنوں میں بھی پڑھتے تھے اور رمضان میں بھی اس کا اہتمام فرماتے تھے؛ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے :

''مَا كَانَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى أَحَدَ عَشَرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا''

(صحیح البخاری، رقم ۲۰۱۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم رمضان اور رمضان کے علاوہ میں بھی گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، آپ چار رکعت ایک ساتھ پڑھتے، مت پوچھیے یہ چار رکعتیں کتنی اچھی اور کتنی لمبی ہوتی تھیں، پھر آپ مزید چار رکعت ایک ساتھ پڑھتے، مت پوچھیے کہ یہ چار رکعتیں کتنی اچھی اور کتنی لمبی ہوتی تھیں، پھر آپ تین رکعتیں پڑھتے تھے۔

اعتکاف

رمضان المبارک رب کریم کی عطا، اس کی داد ودہش، اس کی عنایت خسروانہ اور الطاف کریمانہ کا

موسم بہار اوراس کے عفو درگذر کوحاصل کرنے کا خاص سیزن ہے، اوراعتکاف ان عظیم سوغاتوں اور نوازشوں کے سمیٹنے کا سب سے بڑااوراہم ذریعہ ہے۔

اعتکاف کیا ہے؟ اعتکاف نام ہے ہرطرف سے یکسو ہو کر مولا کے گھر پڑ جانے کا، اس کے در دولت کی چوکھٹ کو تھام کر اس کو منانے اوراس سے مانگنے کا اوراس کے کرم کی بارش سے اپنے دامن مراد کوبھرنے کا، دوسری ساری عبادتیں آدمی کچھ وقت تک ہی انجام دے سکتا ہے، جہاں کسی اورکام میں مشغول ہوا عبادت کا سلسلہ رک جاتا ہے؛ لیکن اعتکاف ایک ایسی عبادت ہے جس میں آدمی سوتے جاگتے، کھاتے پیتے اور بات کرتے ہر وقت عبادت میں ہوتا ہے، دوران اعتکاف کسی اورکارخیر یا عبادت میں مشغول ہوجائے تو کیا کہنے! سونے پر سہاگہ، نورعلی نور؛ بلکہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی اعتکاف کی وجہ سے جن نیکیوں کے کرنے سے مجبور ہوجاتا ہے اس کے نامۂ اعمال میں اللہ کے حکم سے ان نیکیوں کا بھی ثواب لکھا جاتا ہے۔ (معارف الحدیث: ۴/۱۲۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی رمضان کے اخیر عشرے میں اعتکاف کا اہتمام کرتے اوردوسروں کوبھی اس کی ترغیب دیتے، اعتکاف کے فضائل بہت زیادہ ہیں، کسی بھی مسلمان کو اس کے محروم نہیں رہنا چاہیے، اگر ہر رمضان میں اس کی توفیق ہوجایا کرے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک معمول تھا تو کیا کہنے! قابل رشک ہیں ایسے لوگ؛ لیکن اگر حالات اس کی اجازت نہیں دیتے، تو پھر کسی کسی سال تو اس کا اہتمام ضرور ہونا چاہیے، آدمی روزی روٹی کی خاطر سالہا سال کے لیے بیوی بچے وطن اور نہ جانے کیا کیا چھوڑ دیتا ہے، جنت کے حصول اور جہنم سے نجات کے لیے چند دن کے لیے گھر چھوڑ کر مسجد میں پڑ جانا کوئی اتنا مشکل کام نہیں ہے، بس ہمت اور ارادے کی ضرورت ہے، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے:

”اِنَّ النَّبِیَّ صَلّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰی تَوَفَّاہُ اللّٰہُ، ثُمَّ اعْتَکَفَ أَزْوَاجُہُ مِنْ بَعْدِہ“ (صحیح البخاری، رقم: ۱۹۲۲)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دن کا اعتکاف کیا کرتے تھے، آپ کا یہ معمول جاری رہا؛ یہاں تک کہ اللہ تعالی نے آپ کو وفات دے دی، پھر آپ کے بعد آپ کی بیویوں نے (اپنے گھر کے معتکف میں) اعتکاف کے معمول کو جاری رکھا۔“

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

’’كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ كُلَّ رَمَضَانَ عَشْرَةَ أَيَّامٍ، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهِ اِعْتَكَفَ عِشْرِيْنَ يَوماً‘‘ (صحیح البخاری، رقم: ۱۹۳۹)

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں دس دن اعتکاف کرتے تھے، جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال آپ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا‘‘

رمضان میں حضور کے معمولات کے تعلق سے یہ چند موٹی موٹی باتیں پیش کی گئیں، اللہ تعالی ہم سبھی کو ان پر زیادہ سے زیادہ عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

وہ وقت کتنا عجیب ہوگا

از: محترم رضوان قدسی الہ آبادی

مری نگاہوں کے سامنے جب دیارِ پاکِ حبیب ہوگا	وہ لمحہ کتنا حسین ہوگا، وہ وقت کتنا عجیب ہوگا
نظر اُٹھے گی جو سوئے گنبد بلندیوں پر نصیب ہوگا	نظر جھکے گی تو اپنا مقصود اپنے بالکل قریب ہوگا
قدم قدم پر، سنبھل سنبھل کر، جھجک جھجک کر بڑھے گا کوئی	طلب بھی ہوگی، ادب بھی ہوگا، غرض کہ عالم عجیب ہوگا
سنہری اُن جالیوں میں ہوگا وہ جانِ مقصودؐ جلوہ فرما	لئے کوئی ان کے آگے حاضر خود اپنی جانِ غریب ہوگا
ہر اک طرف بس انھیں کا جلوہ، ہر اک طرف بس انھیں کی خوشبو	نگاہ و دل مسکرا اُٹھیں گے کہ ان کا جاگا نصیب ہوگا
ہو لاکھ جورِ زمانہ لیکن زمانہ ہوگا زمانہ اپنا	بڑھے گا دستِ کرم جب ان کا نصیب اپنا نصیب ہوگا

کہوں میں کیا اِسکے آگے رضوآں، ہے انکو پانا خدا کو پانا
وہیں خدا بھی ملے گا تجھکو جہاں خدا کا حبیب ہوگا

ضروری اعلان

ماہنامہ مظاہر علوم کا سالانہ زرِ تعاون جو کئی سال سے صرف/150 (ایک سو پچاس روپئے) چلا آرہا ہے، کاغذ اور طباعت کی گرانی کے پیشِ نظر مجلس ادارت ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور کے مشورہ کے بعد ماہِ اپریل ۲۰۲۲ء سے اس میں اضافہ کرکے/300 (تین سو روپئے) سالانہ کردیا گیا ہے۔

اہلِ خیر حضرات متوجہ ہوں

مظاہر علوم سہارنپور کی جانب سے ملک کے بیشتر علاقوں میں سفراء حضرات فراہمیٔ مالیات کا کام کررہے ہیں، یہ سفراء حضرات تقریباً سال کے اکثر حصہ میں اپنے حلقہ میں پہنچ کر فرائض منصبی انجام دیتے ہیں اور معاونین مدرسہ کے عطیات ان کی خواہش کے مطابق دینی مصرف پر خرچ کرنے کے لیے مدرسہ میں لاکر جمع کرتے ہیں۔

ماہ رمضان کے مبارک مہینے میں خیر اور طاعات کی جانب لوگوں کا رجحان زیادہ ہوتا ہے اسی لئے امت کے اکثر حضرات اسی ماہ میں زکوٰۃ، صدقات اور مدارس کے تعاون کی طرف راغب ہوتے ہیں، اس لئے ضرورت محسوس کی گئی کہ مظاہر علوم کی جانب سے ملک کے مختلف حلقوں میں جو سفرائے کرام سفر کرتے ہیں ان کی فہرست اور ان کا رابطہ نمبر شائع کردیا جائے تاکہ خیر کے متلاشی حضرات کے لئے سہولت ہو۔

نوٹ: واضح رہے کہ تمام سفراء کرام مدرسہ کے تنخواہ دار ملازم ہیں، کمیشن پر ادارہ ہرگز کام نہیں کراتا اور نہ ہی اس کو جائز سمجھتا ہے۔

نقشہ حلقہ جات سفراء کرام مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

نمبر شمار	اسماء گرامی سفراء کرام	علاقہ
۱	حافظ انیس الدین صاحب 9211314978	شہر دہلی قدیم وجدید
۲	مولانا محب الرحمن صاحب قاسمی 9427326469	احمد آباد، بناس کانٹھا، سابرکانٹھا، مہسانہ، کچھ، بھوج (گجرات)
۳	مولانا فاروق اعظم صاحب قاسمی 9407555569	مالی گاؤں، جلگاؤں، دھلیہ، آکولہ، امراوتی، بھوپال، ناگپور
۴	مولانا نسیم الدین صاحب مظاہری 9149135367	بنارس، اعظم گڈھ، مئو، جونپور، الہ آباد، مغل سرائے، مرزاپور، غازی پور

۵	مولانا مسیح اللہ مظاہری صاحب 8193925616	کانپور، باندہ، جھانسی، قنوج، فرخ آباد، اناؤ، لکھنؤ، فتح پور
۶	مولانا محمد اسرار صاحب مظاہری 9997862244	شہر ممبئی
۷	مولانا محمد ہارون صاحب مظاہری 8979202800	مرادآباد، رامپور، ہردوئی، بریلی، بہرائچ، شاہ جہانپور، سیتاپور، پرتاپ گڈھ
۸	مولانا مظفر عالم صاحب مظاہری 9714710768	بھروچ، سورت، بلساڑ، نوساری، گجرات
۹	مولانا جمیل احمد صاحب مظاہری 9359209995	آگرہ، علی گڈھ، فیروزآباد، متھرا، فریدآباد
۱۰	مولانا محسن عالم صاحب مظاہری 9404729668	پونہ، ستارہ، کراڈ، کولہاپور، بیل گام، گوا، رتنا گری، شولاپور (مہاراشٹر)
۱۱	مولانا محمد اشرف صاحب مظاہری 9557857749	بلندشہر، سکندرآباد، خورجہ، ایٹہ، مین پوری، بدایوں
۱۲	مولانا رفیق احمد صاحب مظاہری 9829438013	اجمیر، ناگور، اودے پور، جودھپور، بیکانیر، مکرانہ، سیکر، فتح پور (راجستھان)
۱۳	مولانا ارشاد احمد صاحب قاسمی 9908996963	حیدرآباد، سکندرآباد، محبوب نگر، گلبرگہ، نیلور، ورنگل، چتور، گنٹور (اے پی)
۱۴	منشی محمد یوسف صاحب 9917362193	سردھنہ، موانہ، باغپت، بڑوت، کھتولی، مظفرنگر
۱۵	حافظ ناصر صاحب 9411295655	جمنا نگر، پانی پت، کاندھلہ، کیرانہ، شاملی وغیرہ
۱۶	مولانا قطب الدین صاحب مظاہری 7417371108	میرٹھ وتحصیل میرٹھ، اورنگ آباد، لاتور، جالنہ، پربھنی، ہنگولی، ناندیڑ، عثمان آباد وغیرہ
۱۷	مولوی طارق انور صاحب 7033069145	بڑودہ، پنچ محل، کھیڑہ، کاٹھیاواڑ، گودھرا (گجرات)
۱۸	حافظ مشرف علی صاحب 8859606183	بھیونڈی، واطراف بمبئی
۱۹	مولانا محمد مسلم صاحب مظاہری 93127221460	جعفرآباد، سیلم پور، لکشمی نگر، غازی آباد، اطراف دہلی، مصطفی آباد
۲۰	مولانا محمد امتیاز صاحب مظاہری 9449363177	شہر بنگلور، کرناٹک

۲۱	مولانا پرویز مظاہری صاحب 9509690294	گنگانگر، کوٹہ بوندی، ٹونک، سوائی مادھوپور، جے پور(راجستھان)
۲۲	حافظ عطاء اللہ قمر صاحب 9917102626	روڑکی، ہری دوار، دہرہ دون (اتراکھنڈ) ہلدوانی، نینی تال، الموڑہ، باگیشوری، جیون گڑھ
۲۳	حافظ محمد عرفان صاحب 8393059963	قصبہ سرساوہ، چلکانہ، بہٹ وغیرہ، سہارنپور
۲۴	مولانا نور عالم صاحب قاسمی 9837650686	ترکمان گیٹ، اطراف جامع مسجد، نظام الدین، اوکھلا، حوض رانی سنگم وہار، مہرولی، گڑگاواں وغیرہ
۲۵	مولانا نیر عالم صاحب مظاہری 6200113817	چھتیس گڈھ ومدھیہ پردیش
۲۶	سید قاری عبدالرحمان صاحب 9756124970	گنگوہ، بجنور، مالیر کوٹلہ، بستی، گورکھپور
۲۷	مولانا محمد جنید مظاہری صاحب 8630026280	مدراس، تاملناڈو
۲۸	مولانا محمد صادق صاحب مظاہری 6200780540	کلکتہ، بنگال اور بہار
۲۹	مولانا منصور عالم صاحب مظاہری 9619716892	شہر کلکتہ (ویسٹ بنگال
۳۰	مولانا مسرور عالم صاحب مظاہری 6396265022	بہار وجھارکھنڈ
۳۱	مولانا مرسلین صاحب مظاہری 9837886465	رائے چوٹی (اے پی) کیرالہ
۳۲	مولانا قمرالہدیٰ صاحب مظاہری 9763385537	ضلع تھانہ وپال گھر (ممبئی)
۳۳	مولانا عبدالرزاق صاحب مظاہری 9720367537	شہر دہلی قدیم وجدید
۳۴	مولانا عبدالواحد صاحب مظاہری 9997311284	کرناٹک
۳۵	مولانا عبدالواجد صاحب مظاہری 8650932618	سہارنپور واطراف

علمی تحقیق

خروجِ "یاجوج ماجوج" کے بارے میں اِسلامی عقیدہ

قرآن وحدیث کی تصریحات اور اہلِ حق کی تحقیقات کی روشنی میں

مولانا محمد معاویہ سعدی

استاذ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

ہمارا یہ دور "فتنوں" کا دور کہلاتا ہے، علمی، عملی، فکری، تہذیبی، سیاسی، سماجی اور اخلاقی فتنوں کی باڑھ ہے کہ پوری دنیا، بالخصوص پورے اسلامی معاشرے کو تہ وبالا کیے ہوئے ہے۔

اِس مزعومہ سائنسی دور میں سب سے زیادہ جو چیز فتنے کا شکار ہوئی ہے وہ ہمارا "ایمان بالغیب" ہے۔

اِیمان نام ہے: کسی چیز پر ایسا یقین کرلینا کہ کسی کے شک وشبہ پیدا کرنے سے بھی اس میں تزلزل اور کمزوری نہ آئے۔

اور شریعت کی اصطلاح میں "ایمان بالغیب" کا مطلب ہوتا ہے: جو چیزیں انسانی حواس کے اِدراک اور بشری عقل کی رسائی سے بالاتر ہیں، اور ان سے متعلق "مخبرِ صادق" (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اِثباتاً، یانفیاً کوئی خبر دی ہے، اس کو بلاچون وچرا تسلیم کرلینا، اور دل سے اس پر یقین کرلینا۔

"اِیمان بالغیب" ہی حقیقی اِسلام کی کسوٹی ہے، اس لیے اسلام میں یہ مسئلہ طے شدہ ہے کہ کتاب وسنت سے یقینی طور پر ثابت شدہ کسی حکم، یا خبر کو تسلیم کرنے کے لیے، اس کے عقل یا تجربہ میں آنے کی قید لگادینا، یہ صریح گمراہی اور ضلالت ہے۔

اور کتاب وسنت کے الفاظ کے ظاہری اور متبادر معنی سے بلاوجہِ شرعی کے عدول کرنا بھی جادۂ شریعت سے انحراف ہے۔

قیامت، علاماتِ قیامت، آخرت اور مابعد الموت کے تمام اَحوال "غیب" ہی سے تعلق رکھتے ہیں، اس لیے ان امور سے متعلق نصوصِ شرعیہ میں وارد تفصیلات کو مِن وعَن تسلیم کرنا، اور انہی کے مطابق اپنا فکر

وعقیدہ تشکیل دینا، یہ ایمان بالغیب کا مقتضیٰ ہے۔

غیب سے متعلق صحیح نصوص کے ہوتے ہوئے سائنسی مزعومات، مغربی تحقیقات اور انسانی نظریات کو قابلِ یقین، یالائقِ تقلید سمجھنا سخت گمراہی اور بے غیرتی کی بات ہے۔

ظہورِ مہدی، خروجِ دجال، نزولِ عیسیٰ، یاجوج ماجوج، دابۃ الارض، اور مغرب سے طلوعِ شمس جیسے اُمور کو قیامت کی بڑی بڑی علامتوں میں شمار کرایا گیا ہے، ان کے اپنے اپنے وقت میں وقوع اور ظہور کا اِجمالی یقین رکھنا ''ایمان بالغیب'' کے مطالبے میں داخل ہے، اس لیے اِن اُمور کی صداقت اور حقانیت میں کسی قسم کا شک وشبہ منافیٔ اِیمان ہے۔

البتہ اِجمالی ایمان کے بعد، حالات وواقعات پر ان کا انطباق، کہ مثلاً ''مہدیٔ موعود'' کون ہوسکتا ہے؟ ''دجال'' کا مصداق کون ہے؟ ''نزولِ عیسیٰ'' کب اور کیسے ہوگا؟ یاجوج ماجوج کون ہیں؟ کہاں ہیں؟ ان کا خروج کب ہوگا؟ .... ان سب سے متعلق شرعی حکم یہ ہے کہ اگر یہ تفصیلات نصوصِ صحیحہ میں وارِد ہوئی ہوں تو ان کو بعینہٖ تسلیم کرنا ضروری ہے، اور اگر نصوصِ صحیحہ میں کوئی تفصیل نہ ملے تو بس اِجمالی ایمان ہی کافی ہے۔

یہاں یہ یادرکھنا چاہیے کہ کسی بھی علامت کی تلاش اور کسی بھی خبر کے انطباق میں اُصولِ شریعت کا پاس اور نصوصِ صحیحہ کا لحاظ بہر حال ضروری ہوگا، لہٰذا کسی آیت یا روایت کی کوئی ایسی تشریح ناقابلِ قبول ہوگی جو اُس کے ظاہر سے بعید ہو، یا اُس تشریح کی بنا پر دیگر آیات وروایات کا اِنکار، یا اُن سے اِعراض لازم آتا ہو۔

آج کل مہدی، دجال، عیسیٰ اور یاجوج ماجوج وغیرہ سے متعلق عقلی مزعومات، سائنسی تجربات اور مغربی تحقیقات کے حوالے سے مختلف قسم کے شکوک وشبہات پیدا کرنے کی خطرناک کوشش کی جارہی ہے، نصوصِ صحیحہ میں وارد تفصیلات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہیں ''مہدویت'' اور ''عیسویت'' کا دعویٰ چل رہا ہے، تو کہیں دجال اور یاجوج ماجوج وغیرہ سے متعلق ایسی باتیں آرہی ہیں جو اُصولِ شریعت، اور نصوصِ صحیحہ کے معارض اور ان سے متصادم ہوتی ہیں۔

اس کی تازہ مثال یاجوج ماجوج سے متعلق ایک مشہور شخصیت کا یہ بیان کہ:

''یاجوج ماجوج اقوامِ مغرب اور یورپین اقوام کا نام ہے، اور کچھ نہیں ہے، مجھے کم سے کم اس میں کوئی شک نہیں ہے''۔

یہ دس منٹ کے دورانیہ پر مشتمل ایک بیان کا اقتباس ہے جو سوشل میڈیا پر موجود ہے، اور اِس سے بہت سے خالی الذہن حضرات کو غلط فہمی اور شکوک وشبہات پیش آرہے ہیں، اِس لیے ضروری محسوس ہوا کہ اِس مسئلے سے متعلق اہلِ حق کا نقطۂ نظر بھی پوری وضاحت کے ساتھ پیش کردیا جائے، وباللہ التوفیق۔

یاجوج ماجوج کی تحقیق قرآنِ کریم کی روشنی میں:

حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب سیوہارویؒ "قصص القرآن" (۳/۱۴۵) میں فرماتے ہیں:

"ذوالقرنین، یاجوج ماجوج اور سدّ (دیوار) کی بحث کے بعد سب زیادہ اہم مسئلہ یاجوج ماجوج کے اُس خروج کا ہے، جس کا ذکر قرآن عزیز نے کیا ہے، اور اس مسئلہ کی اہمیت اس لیے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ اس مسئلہ کا تعلق علاماتِ قیامت سے ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ خروجِ یاجوج کا مسئلہ کہ جس کی خبر قرآنِ عزیز نے بطور پیشین گوئی کے دی ہے، ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ جس کو محض ظنی قیاسات سے حل کرلیا جائے، اور جب کہ اس مسئلہ کا تعلق قرآن عزیز کے اِخبارِ مَغیبات سے ہے، تو پھر اس کے متعلق فیصلہ کرنے کا حق بھی قرآنِ عزیز (یا اَحادیثِ نبویہ) ہی کو پہنچتا ہے، نہ کہ ظن وتخمین کو"۔ انتہی

یاجوج ماجوج کا تذکرہ قرآن کریم میں دو جگہ آیا ہے:

۱ــ: سورۂ کہف کے گیارہویں رکوع کے اواخر میں، ذوالقرنین کے تفصیلی قصے کے ضمن میں۔

۲ــ: سورۂ انبیاء کے ساتویں رکوع میں، قیامت کے بیان کے ضمن میں۔

اَلف: سورۂ کہف میں اِس واقعہ کی تفصیل اِس طرح وارِد ہوئی ہے:

۱ــ {وَيَسْأَلُونَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَأَتْلُو عَلَيْكُمْ مِنْهُ ذِكْرًا، إِنَّا مَكَّنَّا لَهُ فِي الْأَرْضِ وَآتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا} [الکھف: ۸۳-۸۴]۔

(اور یہ لوگ آپ سے ذوالقرنین کا حال پوچھتے ہیں، آپ فرمادیجیے کہ میں اُس کا ذکر ابھی تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں، ہم نے اُن کو روئے زمین پر حکومت دی تھی، اور ہم نے ان کو ہر طرح کا سامان دیا تھا)۔

پھر چند آیات کے بعد ذوالقرنین کے قصے میں یہ تفصیل ملتی ہے:

۲ــ {حَتَّى إِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُونِهِمَا قَوْمًا لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ قَوْلاً، قَالُوا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ إِنَّ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلَى أَنْ

تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا} [الكهف :۹۳-۹۴]۔

(یہاں تک کہ جب [ذوالقرنین ایک ایسے مقام پر] پہنچے [جو] دو پہاڑوں کے درمیان [تھا]،تو اُن پہاڑوں سے اِس طرف ایک قوم کو دیکھا جو [اختلافِ لسان کی بنا پر] کوئی بات سمجھ نہیں پا رہے تھے،انھوں نے [ترجمان کے ذریعہ ذوالقرنین سے] فرمائش کی کہ اے ذوالقرنین! یاجوج وماجوج اِس سرزمین پر بڑا فساد مچاتے ہیں،تو کیا ہم لوگ آپ کے پاس کچھ سرمایہ جمع کر کے لائیں؟ جس سے آپ ہمارے اور اُن کے درمیان روک بنا دیں)۔

۳- {قَالَ مَا مَكَّنِّي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا، آتُونِي زُبَرَ الْحَدِيدِ حَتَّى إِذَا سَاوَى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوا حَتَّى إِذَا جَعَلَهُ نَارًا قَالَ آتُونِي أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا} [الكهف:۹۵،۹۶]۔

([ذوالقرنین نے] جواب دیا کہ جس مال میں مجھے میرے رب نے [تصرف کرنے کا] اختیار دیا ہے وہ بہت ہے،سوتم میرا تعاون بس محنت مزدوری سے کرو،تاکہ میں تمھارے اوران کے درمیان مضبوط دیوار بنادوں،تم لوگ میرے پاس لوہے کی چادریں لے آؤ،یہاں تک کہ جب [ذو القرنین نے] اُن دونوں پہاڑوں کے سروں کے درمیان کو برابر کردیا،تو کہا: دھونکو،یہاں تک کہ جب اُسے آگ بنادیا تو کہا کہ اَب میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ،تو میں اس پر ڈال دوں)۔

۴- {فَمَا اسْطَاعُوا أَنْ يَظْهَرُوهُ وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا، قَالَ هَذَا رَحْمَةٌ مِنْ رَبِّي فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ دَكَّاءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقًّا} [الكهف:۹۷-۹۸]۔

(سو [وہ دیوار ایسی ہوگئی کہ] نہ تو [یاجوج وماجوج] اُس پر چڑھ سکتے تھے،اور نہ اُس میں نقب ہی لگا سکتے تھے،[ذوالقرنین نے] کہا: یہ میرے رب کی ایک رحمت ہے،پھر جس وقت میرے رب کا وعدہ آئے گا تو وہ اُس کو ڈھا کر برابر کردے گا،اور میرے رب کا ہر وعدہ برحق ہے)۔

۵- {وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ فِي بَعْضٍ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَجَمَعْنَاهُمْ جَمْعًا} [الكهف :۹۹]۔

(اور اُس روز ہم اُن کو چھوڑیں گے اِس حال میں کہ وہ [اپنی کثرت اور یکبارگی نکلنے کی بنا پر] ایک دوسرے میں گڈمڈ ہو رہے ہوں گے،اور صور پھونکا جائے گا،پھر ہم سب کو جمع کریں گے)۔

ب :اور سورۂ انبیاء میں مختصر طور پر یاجوج ماجوج کا تذکرہ اِس طرح کیا گیا ہے:

{حَتَّى إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ، وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ أَبْصَارُ الَّذِينَ كَفَرُوا يَاوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ مِنْ هَذَا بَلْ كُنَّا ظَالِمِينَ} [الأنبياء:۹۶-۹۷]۔

(یہاں تک کہ جب یاجوج وماجوج کھول دیئے جائیں گے، اور وہ ہر بلندی سے نکلتے ہوں گے، اور سچا وعدہ نزدیک آپہنچا ہوگا، تو بس پھر ایک دم سے یہ قصہ ہوگا کہ منکروں کی نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی، کہ ہائے کم بختی ہماری کہ ہم اس سے غفلت میں تھے، بلکہ ہم قصوروار تھے)۔

قرآنی بیان سے حاصل شدہ نتائج:

قرآنِ کریم کے اِن دونوں مقامات میں مذکور تفصیلات سے مندرجہ ذیل حقائق اور عقائد ثابت ہوتے ہیں، جن پر ایمان ویقین رکھنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے:

۱— یاجوج وماجوج: ایک فسادی قبیلہ (یا قوم) ہے، جو ہزاروں برس سے اِسی کرۂ اَرضی اور روئے زمین پر موجود ہے۔

۲— یہ قبیلہ اُس وقت ایسے دو پہاڑوں کے پیچھے آباد تھا جن دونوں کے اِس طرف عام متمدن انسانی آبادی پائی جاتی تھی۔

۳— یاجوج ماجوج کو آس پاس کے قبائل اور علاقے میں شر وفساد مچانے سے روکنے کے لیے ایک سدّ (رَدم/ آہنی دیوار) تعمیر کی گئی تھی۔

۴— یہ دیوار ایک مؤمن صالح بادشاہ نے تعمیر کی تھی جس کو ''ذوالقرنین'' کہا جاتا تھا۔

[واضح رہے کہ یہ مشہور فاتح ''سکندر رومی'' سے الگ کوئی بادشاہ تھے، یہ مؤمن تھے، جب کہ ''سکندر'' کا ایمان لانا ثابت نہیں، پھر اس کے فتوحاتی اسفار میں ''شمال'' کا کوئی ذکر نہیں ملتا، جب کہ محققین کے نزدیک ذوالقرنین نے یہ ''سدّ'' معمورۂ عالم کے جانب شمال ہی میں تعمیر کی تھی]

۵— دیوار جس وقت تعمیر کی گئی تھی اُس وقت وہ اتنی طویل وعریض اور اتنی مضبوط ومستحکم تھی کہ یاجوج ماجوج نہ اُوپر چڑھ کر، اُس کو پھاند کر آسکتے تھے، اور نہ ہی اُس میں نیچے سے نقب لگا کر سوراخ کرسکتے تھے۔

۶— بعد میں قربِ قیامت میں جب رب کے وعدہ کا وقت آجائے گا اُس وقت وہ دیوار بھی منہدم ہوجائے گی، اور اُن کے پسِ دیوار سے نکلنے کی راہ بھی ہموار ہوجائے گی۔

اِن مذکورہ حقائق میں سے کسی بھی حقیقت کا اِنکار، یا اُس میں کسی قسم کا شک وشبہ، ایک قطعی اَمر کا اِنکار، اور ایک یقینی اَمر میں تردد ہے، جو بلاشبہ موجبِ کفر ہے۔

یاجوج ماجوج کی تحقیق حدیث کی روشنی میں:

یاجوج ماجوج سے متعلق صحیح احادیث کے ذخیرے میں مندرجہ ذیل حدیثیں اہم ہیں:

(۱) صحیح بخاری (۳۳۴۸) ومسلم (۲۲۲) میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ:

''رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالی حضرت آدم علیہ السلام سے فرمائیں گے کہ آپ اپنی ذریت میں سے ''بعث النار'' (جہنمیوں) کو الگ کیجیے، وہ عرض کریں گے: اے رب! وہ کون ہیں؟ اِرشاد ہوگا کہ ہر ایک ہزار انسانوں میں سے نوسوننانوے، صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یہ سن کر سہم گئے، اور دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! (یہ ایک ہزار میں سے نوسوننانوے اور ایک کا تناسب کس لحاظ سے ہوگا؟) اور وہ (ایک ہزار میں سے جہنم سے بچ جانے والا خوش نصیب) اکیلا جنتی کون ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اتنا) غم نہ کرو، کیوں کہ یہ تقسیم اس طرح ہوگی کہ اُن نوسوننانوے جہنمیوں میں سے تم (عام انسانوں) میں سے تو کوئی ایک شخص ہوگا، اور باقی یاجوج ماجوج ہوں گے''۔

(۲) اسی طرح کی حدیث ''مستدرکِ حاکم'' (۱/۱۸) میں حضرت عمران بن حُصینؓ سے مروی ہے، اُس کا مضمون کچھ اِس طرح سے ہے:

''آپ نے فرمایا: جان لو اور خوش ہوجاؤ، کیوں کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے کہ تمھارا (اے امتِ محمدیہ!) یہ شمار دوایسی مخلوق کے ساتھ ملا کر ہوگا جو کہ دونوں کسی مجمع کے ساتھ شامل نہیں ہوتیں مگر اُس کو زیادہ کردیتی ہیں: اُن میں سے ایک تو یاجوج وماجوج ہیں، دوسرے آدم اور ابلیس کی وہ نسل اور ذریت ہے جو اَب تک گذر چکی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ وضاحت سن کر صحابہؓ کو تسلی ہوئی، اور جان میں جان آئی''۔

(۳) صحیح مسلم (۲۹۳۷) میں حضرت نوّاس بن سَمعانؓ سے علاماتِ قیامت، بالخصوص دجال اور یاجوج ماجوج کے خروج سے متعلق ایک بہت طویل روایت مروی ہے، جس میں ہمارے موضوع کے مناسب یہ تفصیل نہایت قابلِ توجہ ہے:

''[آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:] عیسی علیہ السلام (قتلِ دجال کے بعد) ابھی اسی حال میں ہوں گے کہ حق تعالی کا حکم ہوگا کہ اَب میں اپنے بندوں میں ایسے لوگوں کو نکال رہا ہوں جن کے مقابلے کی کسی کو طاقت نہیں، آپ مسلمانوں کو جمع کرکے کوہِ طور پر چلے جائیں، (چنانچہ عیسی علیہ السلام ایسا ہی کریں گے)، اور حق تعالی یاجوج ماجوج کو کھول دیں گے، اور وہ (سرعتِ سیر کے سبب) ہر بلندی سے پھسلتے ہوئے دکھائی دیں گے۔

ان میں آگے کا حصہ بُحیرۂ طبریہ سے گذرے گا تو اُس کا سارا پانی پی جائے گا، پھر جب آخر کا

حصہ پہنچے گا تو (دریا کی جگہ کو خشک دیکھ کر) کہے گا کہ کبھی یہاں پانی رہا ہوگا!۔

(چوں کہ کسی کو اُن سے مقابلہ کی طاقت اور تاب نہیں ہوگی، اِس لیے اُن کے شر و فساد سے بچنے کے لیے) حضرت عیسی علیہ السلام اور اُن کے رفقاء کوہِ طور پر پناہ گزیں رہیں گے، (اور ایک روایت میں ہے کہ دوسرے مسلمان اپنے اپنے قلعوں اور محفوظ جگہوں میں پناہ لیں گے، کھانے پینے کا سامان ساتھ ہوگا، مگر وہ کم پڑ جائے گا، تو نوبت) یہاں تک (آئے گی) کہ ایک بیل کے سر کو سو دینار سے بہتر سمجھا جائے گا۔

حضرت عیسی علیہ السلام اور اُن کے رفقاء اپنی اِس تکلیف کے دفع ہونے کے لیے حق تعالی سے دعاء کریں گے (حق تعالی دعا قبول فرمائیں گے) اور اُن کی گردن میں کوئی بیماری وبائی صورت میں بھیجیں گے، جس سے تمام یاجوج ماجوج مقتول ہو کر یکبارگی مر جائیں گے۔

پھر عیسی علیہ السلام اور ان کے ساتھی کوہِ طور سے نیچے آئیں گے تو دیکھیں گے کہ زمین میں ایک بالشت جگہ بھی ان کی لاشوں سے خالی نہیں اور لاشوں کے سڑنے کی وجہ سے سخت تعفن پھیلا ہوگا، تو (اس کی کیفیت کو دیکھ کر) دوبارہ حضرت عیسی علیہ السلام اور ان کے ساتھی حق تعالی سے دعا کریں گے، تو اللہ تعالی (اُن کی دعا قبول فرمائیں گے، اور) بہت بھاری بھرکم پرندوں کو بھیجیں گے، جن کی گردنیں اونٹ کی گردن کے مانند ہوں گی، جو ان کی لاشوں کو اٹھا کر جہاں اللہ کی مرضی ہوگی وہاں پھینک دیں گے (بعض روایات میں ہے کہ دریا میں ڈالیں گے)۔

پھر حق تعالی بارش برسائیں گے، کوئی شہر اور جنگل ایسا نہ ہوگا جہاں بارش نہ ہو، اس سے ساری زمین دھل جائے گی، اور شیشے کے مانند صاف ہو جائے گی'' اھ۔

مذکورہ بالا احادیث سے ثابت شدہ نتائج:

یاجوج ماجوج کی حقیقت اور اُن کی خلقت سے متعلق مذکورہ بالا اَحادیثِ صحیحہ سے مندرجہ ذیل حقائق ثابت ہوتے ہیں، جن کو ماننا اور قبول کرنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے:

۱۔ یاجوج وماجوج: حضرت آدم علیہ السلام ہی کی ذریت میں سے ہیں۔

۲۔ ان کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ دنیا میں تو ان کی لاشوں سے روئے زمین پٹ جائے گی۔ اور آخرت میں جہنم میں عام انسانوں کے بالمقابل اُن کا تناسب ایک ہزار گنے کا ہوگا۔

۳۔ یہ نہایت وحشی، فسادی، خوں ریز، طاقتور اور ناقابلِ تسخیر قوم ہے، حتی کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو بھی اس کے مقابلہ کی قوت نہ ہوگی۔

۴۔ ان کا مرنا اور دنیا سے ناپید ہونا، سیاسی شکست، یا فوجی طاقت کے ذریعہ ممکن نہ ہوگا،

بلکہ غیبی معجزہ ہی کے ذریعہ ان کے شر و فتنے سے نجات ملے گی۔

[جب کہ اہلِ روس اور یورپین اقوام کو یکے بعد دیگرے افغانستان میں شکست ہو چکی ہے!
پھر ابھی وہ سب مرے بھی نہیں!]

یاجوج ماجوج سے متعلق یہ مذکورہ تفصیلات چوں کہ صحیح احادیث سے ثابت ہیں اِس لیے اِن میں سے کسی بات کا انکار، یا عقلی مزعومات، سائنسی تجربات اور مغربی تحقیقات سے ان کا معارضہ، یہ جادۂ شریعت سے اِنحراف اور کھلی ہوئی گمراہی ہے۔

یاجوج ماجوج کی تحقیق علمائے اہلِ حق کی تحقیقات کی روشنی میں:

قرآن وحدیث میں وارد حقائق وعقائد ہمارے اِیمان کا حصہ ہیں، اِس لیے اُن میں کسی قسم کے توقف وتردد کا سوال ہی نہیں پیدا ہوسکتا، البتہ قرآن وحدیث کے مفہوم، مراد اور تطبیقات کو سمجھنے کے لیے اہلِ حق مفسرین ومحدثین اور علماء ومحققین کی آراء اور تشریحات سے استفادہ بھی ضروری ہے، اِس لیے آئندہ سطور اُنہی کے حوالے سے پیش کی جائیں گی۔

تعمیرِ حیات

اسلامی پردہ.. انسدادِ فواحش کا واحد راستہ

محترم عبدالرشید طلحہ نعمانی

''عورت'' سماج کا اٹوٹ حصہ اور اہم ترین عنصر ہے، اسی کے وجود سے کائنات ہستی میں رنگ و نکہت ہے، اسی کے دم قدم سے زندگی کا سوز و ساز ہے، عورت کے بغیر دنیا کی رنگینی کوئی معنی نہیں رکھتی اور عورت سے ہٹ کر پر لطف زندگی کا تصور نہیں کیا جاسکتا؛ یہی وجہ ہے کہ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک خاتون کو دنیا کی بہترین متاع قرار دیا اور اپنی محبوب چیزوں میں خوش بو کے ساتھ ساتھ عورت کا بھی ذکر فرمایا۔(مسند احمد)

انسانی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ جاہلیت قدیمہ میں عورت کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا جاتا تھا؟ کتنے مظالم ڈھائے جاتے تھے؟ کن حالات سے گزارا جاتا تھا؟ اگر مختصر الفاظ میں کہا جائے تو یہ کہنا بجا ہوگا کہ بعثت نبوی سے قبل عورت کی زندگی ذلت و پستی، مملوکیت و غلامی اور ظلم و استحصال سے عبارت تھی؛ مگر جب اسلام آیا تو اس نے عورت کو سر بلندی عطا کی، اس کی قدر و منزلت کو آشکار کیا، اسے بلند مقام دیا اور قابل احترام شخصیت قرار دیا، پھر اس کے حقوق متعین کیے، اس کے فرائض و واجبات طے کیے اور اسے مردوں کی طرح بہت سے معاملات میں مساوی حقوق سے سرفراز فرمایا۔

تحفظ نسواں کے حوالے سے اسلام نے عورتوں کے لیے جو حدود مقرر کیے اور جن احکام پر عمل آوری کی تاکید کی ان میں سرفہرست پردہ اور حجاب ہے؛ اس لیے کہ حجاب کے بغیر عورت کی حفاظت کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا، بنا بریں وابستگان اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کے سنجیدہ افراد نے بھی فواحش و منکرات کے انسداد کا اگر کوئی حل بتلایا ہے تو وہ صرف اسلام کا نظامِ پردہ وحجاب ہے۔

ستر اور حجاب کے درمیان فرق

عورت کے پردے کے بارے میں اکثر لوگ اس غلط فہمی کا شکار رہتے ہیں کہ وہ ستر اور حجاب کے

درمیان یا تو فرق ہی نہیں کرتے یا فرق کو تسلیم نہیں کرنا چاہتے؛ جب کہ شریعتِ اسلامیہ میں ان دونوں کے الگ الگ احکام بیان کیے گئے ہیں۔حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ معارف القرآن میں لکھتے ہیں:

> سترِ عورت اور حجابِ نساء یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے، حجاب نساء سن ۵ / ہجری میں فرض ہوا۔ستر عورت مرد و عورت دونوں پر فرض ہے اور حجاب صرف عورتوں پر۔ستر عورت لوگوں کے سامنے اور خلوت دونوں میں فرض ہے، حجاب صرف اجنبی کی موجودگی میں ضروری ہے۔(معارف القرآن 7: /212)

عورت کا ستر یہ ہے کہ وہ اپنے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کے سوا اپنا پورا جسم چھپائے گی، جس کا کوئی حصہ بھی وہ اپنے شوہر، نیز گھر میں محرم مردوں (باپ، بھائی، بیٹے) کے سوا کسی اور کے سامنے نہیں کھول سکتی؛ البتہ شوہر اور بیوی ایک دوسرے کے پورے جسم کو شہوت اور بغیر شہوت دونوں طرح دیکھ سکتے ہیں اور چھو بھی سکتے ہیں۔شوہر کے علاوہ دیگر محارم کے سامنے مثلاً باپ، بھائی، بیٹا، بھتیجا وغیرہ کے سامنے چہرہ، سر، بال، گردن، بازو اور گھٹنے سے نیچے کا حصہ بہ وقت ضرورت کھولا جا سکتا ہے، مثلاً فرش دھوتے وقت پائنچے اوپر چڑھا لینا یا آٹا گوندھتے وقت آستین اوپر کر لینا وغیرہ۔اور محرم رشتہ دار بھی عورت کے مذکورہ بالا حصوں کو بغیر شہوت کے دیکھ اور چھو سکتے ہیں اور اگر فتنہ کا خطرہ ہو تو محرم کے سامنے بھی ان اعضا کو کھولنا جائز نہیں۔اگر کوئی محرم ایسا بے حیا ہو کہ اس کو عزت اور ناموس کی پروا نہ ہو، وہ نامحرم کے حکم میں ہے اور اس سے پردہ ہی کرنا چاہیے۔

یہ تفصیلات تو عورت کے ستر سے متعلق تھیں، حجاب کا حکم سترِ عورت پر مستزاد ہے، وہ یہ کہ جب عورت گھر سے باہر کسی ضرورت کے لیے نکلے یا گھر کے اندر غیر محرم مردوں سے سامنا ہو، تو اس صورت میں عورت جلباب یعنی بڑی چادر اوڑھ لے؛ تاکہ اس کا پورا جسم ڈھک جائے، ایسے ہی چہرے پر بھی چادر کا ایک پلو ڈال لے۔اب وہ صرف اپنی آنکھ کھلی رکھ سکتی ہے، باقی پورا جسم چھپائے گی۔یہ چہرے پر نقاب کا حکم ہے، اجنبی مردوں سے عورت کا یہی پردہ ہے، جسے ''حجاب'' کہا جاتا ہے۔اُردو زبان میں اسے ''گھونگھٹ نکالنا'' بھی کہتے ہیں۔اس حوالے سے ارشاد خداوندی ہے:

> اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مسلمان عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں۔یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے، تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور اُنہیں کوئی نہ ستائے۔اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔(الاحزاب)

ایک اور موقع پر حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا:

اور عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈال لیا کریں۔ (الاحزاب)

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی کام کے لیے گھروں سے نکلیں تو اپنی چادروں کے پلو اوپر سے ڈال کر اپنا منہ چھپالیں اور صرف ایک آنکھ کھلی رکھیں۔

ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ کی روایت ہے کہ محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبیدہ سلمانی سے اس آیت کا مطلب پوچھا۔ (حضرت عبیدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسلمان ہو چکے تھے، مگر حاضر خدمت نہ ہو سکے تھے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں مدینہ آئے اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ اُنہیں فقہ اور قضا میں قاضی شریحؒ کے ہم پلہ مانا جاتا تھا۔) اُنہوں نے جواب میں کچھ کہنے کے بجائے اپنی چادر اٹھائی اور اسے اس طرح اوڑھا کہ پورا سر، پیشانی اور پورا منہ ڈھانک لیا اور صرف ایک آنکھ کھلی رکھی۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ایسا برقعہ جو چہرے کے علاوہ سارے جسم کو چھپائے وہ شرعی برقعہ نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ شرعی اعتبار سے چہرہ بھی پردے کے تحت داخل ہے اور آج کل بہت سی ماڈرن خواتین چہرے کو پردے سے خارج سمجھ کر کھلے عام یوں ہی گھوم پھر رہی ہیں اور زبان حال سے مردوں کو دعوت نظارہ دے رہی ہیں۔

حجاب سے بے حجابی تک

جاہلیت قدیمہ کی طرح جاہلیت جدیدہ میں ایک بار پھر عورت کی عزت و ناموس پر خطرات کے بادل منڈلا رہے ہیں، ان کی عصمتوں سے کھلواڑ کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں، انہیں برہنہ و نیم برہنہ کر کے سر بازار رسوا کیا جا رہا ہے اور ایک منصوبہ بند سازش کے تحت انہیں شمع خانہ کے بجائے چراغ محفل بنایا جا رہا ہے، کل تک علما و مصلحین خورد و نوش، لباس و پوشاک اور رہن سہن کے مغربی ہونے کا شکوہ ہی کرتے رہے کہ اب برقعہ اور حجاب بھی تجدد کی راہ پر چل پڑے ہیں، دیکھنا یہ ہے کہ یہ سلسلہ کہاں جا کر ختم ہوگا؟

کیا یہ حقیقت نہیں کہ ایک غیرت مند مسلم خاتون ماضی قریب تک حجاب کے سلسلے میں کسی بھی طرح کی مصالحت کے لیے تیار نہیں ہوتی تھی؟! اولاً تو وہ بے ضرورت گھر سے باہر ہی نہیں نکلتی تھی اور ثانیاً

کسی ضرورت سے نکلنا پڑ جاتا تو اس طرح پردے اور حجاب کا اہتمام کرتی تھی کہ پہچاننا مشکل ہو جاتا تھا؛ مگر افسوس صد افسوس کہ اب یہی مسلم خواتین جدت پسندی اور ماڈرنائیزیشن کا شکار ہو گئیں، کل تک جو برقعے لباس و جسم کے جمال کو چھپایا کرتے تھے، آج وہی سرعام دعوت نظارہ دے رہے ہیں، افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ نہ صرف خواتین کو؛ بلکہ سرپرستوں اور ذمہ داروں کو بھی اس کا احساس تک نہیں۔

وائے ناکامی! متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

مولانا ڈاکٹر محمد ادریس حبان رحیمی لکھتے ہیں:

بعض مسلم خواتین کے اندر بے حجابی کا نظریاتی اور عملی رجحان یہ ظاہر کرتا ہے کہ مذہب پر ہماری گرفت ڈھیلی پڑ چکی ہے۔ قرآن کو اللہ کی کتاب سمجھنا اور پھر اس کے کچھ احکام کو ماننا اور کچھ کو نہ ماننا، کیا یہ ظاہر نہیں کرتا کہ ہم اللہ کی مکمل اطاعت کرنے کی بجائے بعض معاملات میں اپنی خواہش کی پیروی کرتے ہیں۔ اسلام ایک عورت کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنا سر ڈھک کر رکھے، باہر نکلتے وقت چادر اس طرح اوڑھ کر نکلے کہ جسم کے نشیب و فراز نمایاں نہ ہوں۔ آواز پیدا کرنے والے زیور پہن کر نہ نکلے، ایسی خوش بو نہ استعمال کرے، جس سے لوگوں کی توجہ بطور خاص اس کی طرف ہو جائے۔ کسی نامحرم سے تنہائی میں نہ ملے، اس کی باتوں میں لچک اور لوچ نہ ہو کہ کوئی بدطینت اپنے دل میں گندے خیالات پیدا کرلے۔ زینت کی چیزیں دانستہ ظاہر نہ کرے۔ بغیر محرم کے تنہا سفر نہ کرے، میل جول کی خواتین سے بے تکلفی برتے، ان خواتین سے نہیں جو اس کے لیے اجنبی ہوں۔ وغیرہ

آج تعلیم کے راستے سے بے حجابی کی جو وبا پھیل رہی ہے اس پر ملت کے ہمدردوں کو سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔ اپنی تہذیب اور اس کی شناخت کو بچانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم بچیوں کی تعلیم کا علاحدہ انتظام کریں، ذمہ دار استانیوں سے ان کی تربیت کرائیں، امور خانہ داری میں انہیں طاق بنائیں اور انہیں ان کے فرائض کی یاد دہانی کرائیں۔ (ملخص از: عورت پر اسلام کی مہربانیاں)

برقعہ کے شرائط و اوصاف

اخیر میں یہ عرض کر دینا بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ اسلام میں کون سا برقعہ پہننا جائز ہے اور کون سا ناجائز؟ قرآن و حدیث کی تصریحات اور مفسرین و محدثین کی توضیحات کو پیش نظر رکھتے ہوئے، کن شرائط کی رعایت ضروری ہے؟ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ امام ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے

سے نقل فرماتے ہیں کہ:

مزین برقعہ پہن کر نکلنا ناجائز ہے؛ کیوں کہ جب زیور کی آواز تک کو قرآن نے اظہارِ زینت میں داخل قرار دے کر ممنوع کیا ہے تو مزیّن رنگوں کے برقعے پہن کر باہر نکلنا بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگا۔

المختصر: فقہائے کرام کے مطابق برقعہ درج ذیل شرائط پر پورا اترنا چاہیے، تبھی اس سے پردے کا مقصد حاصل ہوگا، ورنہ نہیں:

برقعہ انتہائی سادہ ہو، اس میں نقش ونگار اور زیب وزینت نہ ہو اور نہ ہی ایسا رنگ ہو جو جاذبِ نظر ہونے کی وجہ سے مردوں کی توجہ کا سبب بنے۔

برقعہ چست نہ ہو کہ اس سے جسم کی ہیئت اور نشیب وفراز ظاہر ہو، بلکہ ڈھیلا ڈھالا ہو، جس سے جسم نمایاں نہ ہوتا ہو۔

برقعہ باریک نہ ہو؛ جس سے جسم یا جسم کا لباس ظاہر ہوتا ہو، بلکہ وہ اس قدر موٹا ہو جس سے جسم اور اس کا لباس نظر نہ آئے۔

برقعہ اس قدر بڑا ہو جس میں جسم اچھی طرح چھپ جائے۔

برقعہ مردوں کے لباس کے مشابہ نہ ہو، اسی طرح کافروں یا دین بیزار عورتوں کے فیشنی برقعہ کے مشابہ بھی نہ ہو، کیوں کہ ان لوگوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

برقعہ پر مہکنے والی خوش بو بھی نہ لگائی جائے، جو کہ مردوں کے لیے فتنے کا سبب بنے۔

خلاصہ کلام

مسلمان عورتوں کے ایمان اور حیا کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ایسا برقعہ پہننے کا اہتمام کریں جس میں مذکورہ بالا شرائط پائی جاتی ہوں، جیسا کہ بعض علاقوں میں ٹوپی والے برقعے رائج ہیں، جن میں یہ شرائط پائی جاتی ہیں۔ ان کے علاوہ ایسے برقعے پہننا جو نقش ونگار والے ہوں، جاذبِ نظر ہوں، چست یا باریک ہوں، جس سے جسم نمایاں ہوتا ہو تو واضح رہے کہ یہ ناجائز ہے۔ اسی طرح مرد حضرات کو بھی چاہیے کہ وہ اپنی خواتین کو ایسے ناجائز برقعوں سے منع کر کے جائز برقعے پہننے کا پابند بنائیں۔ حق تعالی تمام کو توفیق عمل نصیب فرمائے۔ آمین!

سیرت النبی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو زندگی

مفتی محمد راشد ڈسکوی
دارالافتاء جامع مسجد اشتیاق، ڈسکہ، سیالکوٹ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خارجی زندگی کی ذمہ داریاں اتنی متنوع اور وسیع تر تھیں کہ ان کے ساتھ اپنے اہلِ خانہ اور افرادِ خاندان کے لیے وقت نکالنا اور ان کے حقوق کی رعایت کرنا، آج کے زمانہ کو دیکھتے ہوئے، ایک مشکل ترین بات تھی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ کے مطالعہ سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ ازواج مطہرات ہوں یا اولاد، خدام ہوں یا اقربا، متعلقین ہوں یا احباب، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے حقوق کی اتنی رعایت فرماتے تھے اور اُسے اتنی محبت اور اہمیت دیتے تھے کہ وہ سمجھتا تھا کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ محبت اُسی سے کرتے ہیں اور زندگی کے کسی بھی موڑ پر آپ اس سے غافل نظر نہیں آتے تھے۔ ہر آن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حقوق کی فکر دامن گیر رہتی تھی، اس کے نتیجے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیویوں کے حق میں ایک نہایت محبت کرنے والے شوہر، اولاد کے حق میں ایک شفیق ومہربان باپ، خدام کے حق میں ایک وسیع الظرف اور حلیم وبردبار آقا، دوست واحباب کے حق میں نہایت جانثار اور بے لوث ساتھی کی صورت میں نمایاں ہو کر سامنے آتے ہیں۔

گھر سے باہر کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں مصلے پر کھڑے نمازیوں کی امامت کرتے ہوئے نظر آتے تھے، تو کبھی راہ نمائی طلب کرنے والوں کے لیے بہترین رہبر اور مشیر نظر آتے تھے، میدان جنگ میں نہایت دلیر ودانا سپہ سالار ہوتے تھے تو قتال کی صفِ اول کے نہایت بے جگری سے لڑنے والے مجاہد بھی ہوتے تھے، آپ انصاف پسند عادل حاکم بھی تھے اور امت کی تربیت میں مشغول صاحبِ بصیرت معلّم بھی تھے۔ ساری اُمت جہنم سے بچ کر جنت میں جانے والی بن جائے اس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں اُمت پر محنت فرماتے تھے وہاں اُن کے غم میں ہر ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کے حضور

نہایت عاجزی اور گڑگڑا کر دعا کرتے ہوئے بھی نظر آتے تھے۔اس زندگی میں آپ کی صفات میں ''دائمُ الفکرۃ'' اور''متواصلُ الأَحزان'' کا ذکر ملتا ہے۔

گھر کے اندر کی زندگی کا عمومی نقشہ

لیکن گھر کے اندر کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سخت مزاج اور جھگڑالو شوہر، باپ یا بھائی کے روپ میں نظر نہیں آتے، بلکہ بیویوں کے ساتھ انتہائی ہنس مکھ، اُن کی دل جوئی کرنے والے، اُن میں گھل مل کر رہنے والے، گھر کے کاموں میں اُن کا ہاتھ بٹانے والے، اُن کے دکھ درد میں شریک ہونے والے اور ہنسی مذاق، پیار ومحبت سے زندگی بسر کرنے والے اور تمام ازواج میں عدل وبرابری کرنے والے تھے، بچوں کے ساتھ آپ بچے ہوتے تھے، اُن کو صرف کھلانے والے ہی نہیں، بلکہ اُن کے ساتھ بذاتِ خود کھیلنے والے ہوتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں سے نہایت شفقت سے پیش آتے، اُن کی دل جوئی فرماتے اور تمام اہل خانہ کے ساتھ یکساں سلوک فرماتے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو زندگی؛ گھر سے باہر کی زندگی کی طرح تمام کیفیات سے معمور اور پُرکشش تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے بھی تھے، جاگتے بھی تھے، کھاتے بھی تھے اور بھوکے بھی رہتے تھے، غرض زندگی کے جتنے بھی پہلو ہوسکتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو زندگی میں بھی پائے جاتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو زندگی میں بے اعتدالی نہیں تھی، بلکہ ہر چیز ایک نظام کے تحت مرتب ہوتی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر ہر قسم کے تکلفات اور دنیوی جاہ وجلال، رکھ رکھاؤ والے ظاہری پُر تعیش اَسباب سے خالی، لیکن سادگی اور صفائی وستھرائی کا خوب صورت منظر پیش کرنے والے ہوتے تھے۔

گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں نفل نماز بھی ادا کیا کرتے تھے، رات کے وقت میں تہجد کی نماز ادا فرماتے، وتر بھی تہجد کے وقت میں گھر میں ہی ادا فرماتے تھے، فجر کی سنتیں بھی اکثر گھر میں ہی ادا کر کے مسجد تشریف لے جاتے تھے۔(صحیح البخاری)

گھر میں قرآن مجید پڑھنے کی کیفیت

رات کے وقت میں نماز کے اندر اور نماز کے علاوہ قرآن مجید کی تلاوت بھی کرتے تھے۔کبھی بلند آواز سے

اور کبھی آہستہ آواز سے، حضرت عضیف بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کو باآواز بلند پڑھتے تھے یا آہستہ آواز سے؟ انہوں نے جواب دیا کہ کبھی باآواز بلند پڑھتے اور کبھی دھیمی آواز سے، میں نے کہا اللہ اکبر، الحمد للہ، اللہ نے اس کام میں وسعت رکھی۔ (سنن ابن ماجہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات ٹیک لگا کر بھی قرآن پڑھتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم (ازواج مطہرات) میں سے کسی کے گود میں سر رکھتے تھے اور قرآن پڑھتے تھے، جب کہ وہ حیض سے ہوتی تھیں۔ (صحیح البخاری)

گھر میں اللہ سے دعا کرنا

رات کے وقت اکثر نماز تہجد میں دیر تک دعائیں کرتے تھے، اپنے لیے بھی اور اُمت کے لیے بھی، دورانِ قراءت آیات رحمت پر رحمت کی دعائیں اور آیاتِ عذاب پر عذاب سے پناہ کی دعائیں کیا کرتے تھے اور دعاؤں میں اتنا روتے تھے کہ داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ (صحیح مسلم)

گھر میں داخل ہونے کا نبوی طریقہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اچانک گھر میں کبھی تشریف نہ لاتے تھے کہ گھر والوں کو پریشان کر دیں، بلکہ اس طرح تشریف لاتے کہ گھر والوں کو پہلے سے آپ کی تشریف آوری کا علم ہوتا۔ (صحیح البخاری)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ يَطْرُقَ الرَّجُلُ أَهْلَهُ لَيْلًا يَتَخَوَّنُهُمْ أَوْ يَلْتَمِسُ عَثَرَاتِهِم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ انسان رات کو (اچانک) گھر والوں کے پاس جا پہنچے اور ان کو خیانت (جس طرح خاوند نے کہا ہوا ہے، اس طرح نہ رہنے) کا مرتکب سمجھے اور ان کی کمزوریاں ڈھونڈے۔ (صحیح مسلم)

کیوں کہ اس میں ایک تو گمان بد ہے، جو شریعت میں منع ہے۔ دوسرے عورت کی دل شکنی کا باعث ہے اور اس میں صدہا قباحتیں ہیں۔

بالخصوص جب کوئی شخص سفر سے واپس آئے تو اس کے لیے اور زیادہ اہتمام کیا گیا ہے کہ وہ اپنے گھر میں اچانک نہ آئے بلکہ اطلاع دے کر آئے، چناں چہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ایک

جہاد میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، جب ہم اس جہاد سے واپس مدینہ آئے تو ہم اپنے گھروں کو جانے لگے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :أَمْهِلُوا حَتَّى نَدْخُلَ لَيْلًا، أَيْ عِشَاءً كَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيبَةُ(صحیح مسلم)

ٹھہرو، ہم رات کو جائیں گے، تاکہ جس عورت کے سر کے بال پریشان حال ہیں تو وہ کنگھی کرلے اور جس کا خاوند غائب تھا وہ پاکی کرے (یعنی بال وغیرہ صاف کرلے)۔

گھر میں داخل ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کرتے۔جب آپ اندر تشریف لاتے تو کچھ نہ کچھ دریافت فرمایا کرتے۔بسااوقات پوچھتے کہ کیا کچھ کھانے کو ہے(سنن الترمذی)اور بسااوقات خاموش رہتے، یہاں تک کہ ماحضر پیش کردیا جاتا۔نیز منقول ہے کہ جب آپ گھر میں تشریف لاتے یہ دعا پڑھتے:اَلْحَمْدُ للهِ الَّذِيْ كَفَانِيْ وَ اٰوَانِيْ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنِيْ وَ سَقَانِيْ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ مَنَّ عَلَيَّ، اَسْاَلُكَ أَنْ تُجِيْرَنِيْ مِنَ النَّارِ

تمام تعریفیں اللہ تعالی کے لیے ہیں، جس نے میری (تمام ضروریات کی) کفایت فرمائی اور مجھے ٹھکانا بخشا اور تمام تعریفیں اللہ تعالی کے لیے ہیں جس نے مجھے کھلایا اور پلایا اور تمام تعریفیں اللہ تعالی کے لیے ہیں جس نے مجھ پر احسان فرمایا، (اے اللہ!) میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ مجھے (عذاب) نار سے بچا لیجیے۔

گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کام

حضرت اسودؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں میں آکر کیا کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ اپنے گھر والوں کی خدمت، یعنی گھریلو زندگی میں حصہ لیتے تھے۔(مخدوم اور ممتاز بن کر نہ رہتے تھے، بلکہ گھر کا کام بھی کر لیتے تھے، مثلاً: بکری کا دودھ دوہ لینا۔اپنی نعلین مبارک سی لینا)اور جب نماز کا وقت آتا تو مسجد چلے جاتے۔(سنن الترمذی)

گھر میں بیوی بچوں کے ساتھ برتاؤ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں اور خادموں کے ساتھ بہت خوش اَخلاقی کا سلوک فرماتے اور کبھی کسی سے سرزنش اور سختی سے پیش نہ آتے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر والوں کے لیے اس کا بڑا اہتمام فرماتے کہ کسی کو کسی بات کی ناگواری نہ ہو۔(مسلم)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کے پاس ہوتے تو بہت نرمی، خاطر داری کرتے اور بہت اچھی طرح ہنستے بولتے تھے۔(سنن الترمذی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند کی مقدار

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابتدائے شب میں سوتے اور نصف شب کی ابتدا میں بیدار ہو جاتے، اُٹھ کر مسواک فرماتے اور وضو کر کے جس قدر اللہ تعالیٰ نے مقدر کر رکھی ہوتی نماز پڑھتے، گویا بدن کے جملہ اعضا اور تمام قویٰ کو نینداور استراحت سے حصہ مل جاتا۔(المعجم الکبیر للطبرانی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت سے زیادہ نہیں سوتے تھے اور ضرورت سے زیادہ جاگتے بھی نہ تھے، چناں چہ جب ضرورت لاحق ہوتی تو آپ دائیں طرف اللہ کا ذکر کرتے ہوئے آرام فرماتے، حتیٰ کہ آپ کی آنکھوں پر نیند غالب آجاتی، اس وقت آپ شکم سیر نہ ہوتے۔ نہ آپ سطح زمین پر لیٹ جاتے اور نہ زمین سے بچھونا زیادہ اونچا ہوتا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر چمڑے کا ہوتا۔جس کے اندر کھجور کی چھال بھری ہوتی۔ آپ تکیہ پر ٹیک لگاتے اور کبھی رخسار کے نیچے ہاتھ رکھ لیتے اور سب سے بہتر نیند دائیں جانب کی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر استراحت

حضرت امام باقرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کیسا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ چمڑے کا تھا، جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔

حضرت حفصہؓ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کیسا تھا؟ آپؓ نے فرمایا ایک ٹاٹ تھا جس کو دوہرا کر کے ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے بچھایا کرتے تھے تو ایک روز مجھے خیال ہوا کہ اگر اس کو چوہرا کر کے بچھادیا جائے تو زیادہ نرم ہو جائے گا، میں نے اسی طرح بچھا دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کو دریافت فرمایا کہ میرے نیچے رات کو کیا چیز بچھائی تھی؟ میں نے عرض کیا کہ وہی روزمرہ کا بستر تھا، رات کو اس کو چوہرا کر دیا تھا، تا کہ زیادہ نرم ہو جائے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو پہلے ہی حال پر رہنے دو، اس کی نرمی رات کو مجھے تہجد سے مانع ہوئی۔(الشمائل المحمدیہ للترمذی)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک انصاری عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر دیکھا کہ عبا بچھا رکھی ہے، انہوں نے ایک بستر جس میں اون بھری ہوئی تھی تیار کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے لیے میرے پاس بھیج دیا، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اس کو رکھا ہوا دیکھا تو دریافت فرمایا یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ فلاں انصاری عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بنوا کر بھیجا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کو واپس کردو اور یہ ارشاد فرمایا کہ اللہ کی قسم! اگر میں چاہوں تو اللہ تعالیٰ سونے اور چاندی کے پہاڑ میرے ساتھ کردیں۔ (شعب الإیمان للبیهقي)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز استراحت

حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت آرام فرماتے اپنا دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھتے اور یہ دعا پڑھتے : رَبِّ قِنِي عَذَابَکَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ۔ (سنن ابوداؤد)

اے رب! تو مجھے اپنے عذاب سے بچائیو جس روز تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا۔

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر تشریف لے جاتے تو یہ دعا پڑھتے : اَللّٰهُمَّ بِاسْمِکَ أَمُوْتُ وَ أَحْيَا۔ اے اللہ! میں تیرا نام لے کر مرتا ہوں اور جیتا ہو۔

اور جب جاگتے تو یہ دعا پڑھتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَ إِلَيْهِ النُّشُوْرُ ۔ (صحیح البخاری) سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہمیں مار کر زندگی بخشی اور ہم کو اسی کی طرف اٹھ کر جانا ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات میں جب بستر پر لیٹتے تھے تو دونوں ہاتھوں کو دعا مانگنے کی طرح ملا کر سورہ اخلاص اور معوذتین پڑھ کر ان پر دم فرماتے، پھر تمام بدن پر سر سے پاؤں تک جہاں جہاں ہاتھ جاتا، ہاتھ پھیر لیا کرتے۔ تین مرتبہ ایسا ہی کرتے، سر سے ابتدا کرتے اور پھر منھ اور بدن کا اگلا حصہ، پھر بدن کا پچھلا حصہ۔ (صحیح البخاری)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سونے کے وقت مختلف دعائیں اور کلام اللہ کی مختلف سورتیں پڑھنا بھی ثابت ہے، مثلاً: سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں، سورہ ملک، سورہ الم سجدہ، سورہ کافرون وغیرہ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اوندھے منھ سونے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ (سنن الترمذی)

طابع، ناشر، مدیر (مولانا) محمد عاقل (صاحب) ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور نے
سبھاش پرنٹنگ پریس نواب گنج چوک سہارنپور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور سے شائع کیا

تبرکاتِ اکابر

ملفوظات

از حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

مرتب: مولانا مفتی شعیب احمد بستوی معین مفتی دار الافتاء مظاہر علوم سہارنپور

۱— **فرمایا:** دین کی تعلیم سے بہتر آج کل کوئی خدمت نہیں، جس کو خدا تعالی علم دے تو اس کے لئے اس سے بہتر کوئی اور مشغلہ نہیں، آج کل اس کی سخت ضرورت ہے اور فضیلت بھی اس کی اس قدر ہے کہ شاید ہی کسی دوسرے عمل کی ہو۔ جب تک تعلیم کا سلسلہ چلتا جائے گا، قیامت تک نامۂ اعمال میں ثواب بڑھتا جائے گا۔

۲— **فرمایا:** دو چیزیں جس میں ہوں وہ مجھے بہت محبوب ہے، تقویٰ، اور فہم۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بھی یہ دو چیزیں تھیں جن سے وہ کامل و مکمل تھے، ورنہ سب کے سب پڑھے لکھے نہیں تھے۔

۳— **فرمایا:** ذکر اللہ میں جی لگے یا نہ لگے، نبھائے جائے، ذکر اللہ عجیب چیز ہے، اس کی قدر مرتے وقت معلوم ہوگی، جس کے قلب میں ذکر رچ جاتا ہے اس کا خاتمہ بہت پاک وصاف اور ستھرا ہوتا ہے۔

۴— **فرمایا:** آدمی تھوڑا سا لگاؤ اللہ تعالی کے ساتھ پیدا کرلے پھر دیکھے کیا کیا رحمتیں ہوتی ہیں۔

حضرت حاجی صاحب (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی) فرمایا کرتے تھے کہ (اچھے) عمل کی ہمیشہ توفیق ہونا اس کی قبولیت کی علامت ہے، بعض وقت اعمال صالحہ میں ایسی کشش ہوتی ہے کہ آدمی اس کو چھوڑ نہیں سکتا۔

۵— **فرمایا** :ایک بزرگ کا قول ہے کہ بجائے ملفوظات جمع کرنے کے صاحبِ ملفوظ ہوجاؤ، وہ بات پیدا کرو جس سے تمہاری زبان پر وہی ملفوظات جاری ہونے لگیں۔ صاحبِ ملفوظ بنو، حافظِ ملفوظ ہونے سے کیا فائدہ؟۔

۶ــ **فرمایا:** حضرت حاجی صاحب سے کسی نے شکایت کی کہ ذکر کرتے ہیں مگر فائدہ حاصل نہیں ہوتا،تو فرمایا: ’’کیا یہ فائدہ نہیں کہ ذکر کرتے ہو‘‘ کام کئے جائیے اس کی برکت سے ترقی ہوتی ہے، جیسے کوئی خوشخطی سیکھنا چاہتا ہے تو اس کو لکھنا چاہئے، پہلے کیسا بدخط ہوتا ہے مگر لکھتے رہنے سے کبھی نہ کبھی خوشنویس ہو ہی جاتا ہے،خوشنویسی آنے کی تدبیر یہی ہے کہ بدخطی شروع کی جائے کہ یہی بدخطی ایک دن خوشخطی ہوجائے گی۔

۷ــ **فرمایا** : صحابۂ کرام رسمی تعظیم تو بہت نہیں کرتے تھے مگر مطیع اس قدر تھے کہ دنیا کو معلوم ہے،صحابہ کو جو تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا وہ تعشق کا ایسا مرتبہ رکھتا ہے کہ دنیا میں کسی محب اور محبوب میں اس کی نظیر ملنا مشکل ہے لیکن حالت یہ تھی کہ اس کے بھی پابند نہ تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آتے دیکھ کر کھڑے ہی ہوجایا کریں،خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کو اس سے منع فرما رکھا تھا۔

۸ــ **فرمایا:** حدیث ’’بقیع غرقد‘‘ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ’’قام رویداً وانطلق رویداً ‘‘یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم آہستہ اٹھے اور آہستہ آہستہ تشریف لے گئے تاکہ حضرت عائشہؓ کی نیند میں خلل نہ آئے۔

اپنے سے چھوٹوں کی بھی یہ رعایت ہے اور آج کل بڑوں کے سامنے بھی دبنا نہیں چاہتے،اب لوگ تہجد کے لئے اٹھتے ہیں تو ڈھیلے پھوڑتے ہیں،کھٹ کھٹ چلتے ہیں، گویا بتلانا چاہتے ہیں کہ ہم تہجد کو اٹھے ہیں،تہذیب کی حقیقت تو کہیں بھی باقی نہیں رہی۔

ادب کے معنی لوگوں نے بار بار جھکنے،کھڑے ہونے اور آداب وتسلیمات کے لئے ہیں،جبکہ حقیقت میں مؤدب تھے تو صحابۂ کرام تھے،مگر نہ ان میں بار بار اٹھنا تھا اور نہ بار بار جھکنا،اور نہ چبا چبا کر باتیں کرنا تھا،لیکن موقع پر دیکھئے تو جان دینے میں بھی تأمل نہ تھا۔

۹ــ **فرمایا:** خلوص بڑی چیز ہے اور یہ اکثر غرباء میں ہوتا ہے،اور امراء میں فلوس تو ہوتا ہے مگر خلوص نہیں ہوتا (لہٰذا خلوص پیدا کرنے کی فکر کرنی چاہئے)۔(ماخوذاز’’حکیم الامت کی محفلِ ارشاد‘‘)

واقعات الفتاویٰ

فتاوی مظاہر علوم

مفتی بشیر احمد سہارنپوری
معین مفتی دار الافتاء مظاہر علوم سہارنپور

شوگر اور کرونا کے مریض کے لئے روزہ کا حکم

شوگر کی بیماری کے مختلف درجات ہوتے ہیں، اور ہر درجہ کی شوگر ہر مریض کے لئے روزہ میں مضر نہیں ہوتی، بلکہ بعض شوگر کے مریضوں کے لئے روزہ مفید ثابت ہوتا ہے، اس لئے مطلقاً شوگر کے مرض کی وجہ سے روزہ کا ترک جائز نہیں، بلکہ صرف اس شوگر کے مریض کے لئے روزہ کا ترک جائز ہے جس کے لئے ماہر تجربہ کار مسلمان دین دار ڈاکٹر یا طبیب کی رائے کے مطابق روزہ رکھنا مضر ہو۔

یہی حکم کرونا میں مبتلا شخص کا ہے، اگر اس کے لئے روزہ مضر ہو تو اس کے لئے روزہ کے ترک کی اجازت ہوگی، ورنہ نہیں:

أو مريض خاف الزيادة لمرضه وصحيح خاف المرض وخادمة خافت الضعف بغلبة الظن بإمارة او تجربة أو باخبار طبيب حاذق مسلم مستور (درمختار وشامی زکریا ۳/۴۰۳)

روزہ کی حالت میں شوگر اور کرونا ٹیسٹ

روزہ کی حالت میں شوگر ٹیسٹ کرنے یا کرانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، کیونکہ اس میں کوئی چیز اندرونِ جسم داخل نہیں ہوتی، محض خون نکالا جاتا ہے، جو مفسدِ صوم نہیں ہے۔

اسی طرح کرونا ٹیسٹ کی صورت میں محض خشک روئی ناک یا حلق کے اندر داخل کی جاتی ہے، پھر باہر نکال لی جاتی ہے، لہٰذا یہ بھی مفسدِ صوم نہیں ہے۔

فإن فساد الصوم متعلق بالدخول شرعاً، قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم :الفطر مما يدخل والوضوء مما يخرج (بدائع الصنائع ۲/۲۴۲)

و كذا ابتلع خشبة أو خيطا و لو فيه لقمة مربوطة الا أن ينفصل منها شئى، و مفاده ان استقرار الداخل في الجوف شرط للفساد (درمختار وشامی ۳/ ۳۶۹)

روزہ کی حالت میں زبان کے نیچے گولی رکھنے یا انہیلر لینے کا حکم

دل یا بلڈ پریشر کے مریض بیماری میں افاقہ کے لئے زبان کے نیچے گولی رکھتے ہیں، زبان کے نیچے رکھی جانے والی اِس گولی کے اجزاء اگر حلق میں پہونچ جائیں تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اگر اس کے اجزاء حلق تک نہ پہونچیں تو پھر روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

اسی طرح سانس کے مریض وقفہ وقفہ سے انہیلر لیتے ہیں، چونکہ انہیلر میں دوا کے اجزاء حلق کے اندر پہونچ جاتے ہیں لہٰذا روزہ کی حالت میں اس کے لینے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

اعتکاف میں غسلِ جمعہ اور گرمی کی وجہ سے غسل کے لئے معتکف کا مسجد سے نکلنا

حالتِ اعتکاف میں محض ضروری امور کے لئے حدودِ مسجد سے باہر نکلنے کی اجازت ہے، جو امور شرعاً یا طبعاً ضروری نہ ہوں ان کے لئے حدودِ مسجد سے نکلنے سے اعتکاف فاسد ہوجاتا ہے، لہٰذا غسلِ جمعہ جو محض مسنون ہے اس کے لئے حدودِ مسجد سے باہر جانے سے اعتکاف فاسد ہوجائے گا، یہی حکم گرمی سے بچنے کی وجہ سے غسل کے لئے نکلنے کا بھی ہے، البتہ اگر ان کاموں کے لئے حدودِ مسجد میں ہی کوئی بڑی ٹب وغیرہ رکھ کر غسل کرلیا جائے اور مسجد ملوث نہ ہو تو اس کی اجازت ہے۔

و حرم عليه اى على المعتكف الخروج إلا لحاجة الانسان طبعية كبول و غائط و غسل لو احتلم و لا يمكنه الاغتسال في المسجد (درمختار وشامی زکریا ۳/ ۴۳۴)

آرٹی فیشل جیولری کے استعمال کا حکم:

ازروئے شرع عورتوں کے لئے سونے چاندی کے زیورات کی طرح دیگر اشیاء و دھاتوں کے بنے ہوئے زیورات وجیولری کا استعمال بھی جائز ہے، البتہ انگوٹھی صرف سونے یا چاندی کی پہننے کی اجازت ہے، لہٰذا جو عورتیں سونے چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کی انگوٹھی پہنتی ہیں یہ مکروہ وممنوع ہے۔ **والتختم بالحديد والصفر، والنحاس، والرصاص، مكروه للرجال والنساء.** (شامی سعيديه ۶/ ۳۵۹)۔

ضروری اعلان

وقت کی اہم ضرورت کے پیش نظر داخلہ کے خواہش مند طلبہ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ماہِ شوال میں جدید طلبہ کے لیے سابق مدرسہ کی تصدیق اور امتحان سالانہ میں حاصل کردہ نمبرات کی مارک شیٹ امتحان داخلہ کے لئے شرط ہے۔ اس کے بغیر امتحان داخلہ نہیں ہوگا۔ نیز تمام طلبہ کے لئے اپنا اور اپنے والد کا آدھار کارڈ ساتھ لانا ضروری ہے۔

نیز سرحدی علاقوں (جموں کشمیر، ویسٹ بنگال، منی پور، تری پورہ، آسام وغیرہ اور ان کے آس پاس) کے طلبہ وطنی تصدیق نامہ (ایفیڈیوٹ) AFFIDAVIT بھی ضرور ساتھ لائیں اس کے بغیر داخلہ کی تکمیل نہیں ہوگی۔

اس سلسلہ میں کسی کو مہلت نہیں دی جائے گی جو طلبہ مطلوبہ کاغذات حاصل نہ کرسکیں وہ مدرسہ میں آکر اپنا اور اہل مدرسہ کا قیمتی وقت ضائع نہ کریں ان کا داخلہ نہیں ہوگا۔

جاری کردہ دفتر تعلیمات مظاہر علوم سہارنپور

اخبارِ مظاہر

مرتب : عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

مجلس شوری کا اجلاس

معمول کے مطابق اس سال بھی ماہِ شعبان میں مظاہر علوم کی شوریٰ کا اجلاس حضرت حکیم کلیم اللہ علی گڑھ کی زیر صدارت مدرسہ کے دارالمشورہ میں منعقد ہوا۔

میٹنگ کی کارروائی مولانا قاری سید محمد عمار کی تلاوت کے بعد مظاہر علوم کے امین عام مولانا سید محمد شاہد الحسنی نے چلائی، اراکین شوری نے متفقہ طور سے یہ تجویز منظور کی کہ مظاہر علوم کی آفاقیت اور علمی وقار کے پیش نظر یہاں مستقل طور سے شعبۂ تخصص فی التفسیر، تخصص فی القراءت بھی قائم کیا جائے، اسی طرح حالات وضرورت کے پیش نظر کمپیوٹر کی تعلیم کے لئے باقاعدہ شعبۂ کمپیوٹر بھی قائم کیا جائے، ماہ شوال سے ان شعبوں کے باقاعدہ اجراء کا فیصلہ اور جامعہ کی متعین کردہ شرائط کے ساتھ خواہشمند طلبہ کے داخلوں کی اجازت دیدی گئی ہے۔

کتابوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر مدرسہ کی مرکزی لائبریری کی وسیع دومنزلہ عمارت ناکافی ہوچکی ہے اس لئے اُس لائبریری سے متصل خالی جگہ پر تین منزلہ لائبریری کی عمارت تیار کرانے کی بھی منظوری دیدی گئی ہے، مدرسہ کے امین عام اس کا بجٹ اور نقشہ اگلی شوریٰ میں پیش کریں گے۔

مکاتب دینیہ کی تفصیلی رپورٹ پڑھی گئی مجلس شوری نے اس پر اپنے اطمینان کا اظہار کیا مزید کچھ نئے مکاتب کے اجراء کی اجازت دی۔

مظاہر علوم کے ممتاز اور قابل فخر شعبہ ’’تخصص فی الحدیث‘‘ کے متعلق طے ہوا کہ آنے والے ماہ محرم ۱۴۴۴ھ میں اس کا اجلاس عام کرلیا جائے اور اس شعبہ کی پچیس سالہ خدمات اور اس کی تفصیلی رپورٹ بھی شائع کی جائے۔

شوریٰ کا یہ اجلاس صدر مجلس حضرت حکیم کلیم اللہ علی گڑھ کی دعا پر اختتام پذیر ہوا۔

اجلاس مجلس تعلیمی

مدرسہ کے نظام تعلیم وتربیت میں استحکام اور حالات وزمانے کے اعتبار سے نظام تعلیم میں تغیر وتبدل کے لئے مجلس تعلیمی کا اجلاس مولانا مفتی معصوم ثاقب رکن مجلس شوریٰ کی صدارت میں منعقد ہوا، سال رواں کی تعلیمی سرگرمیوں کا جائزہ لیا گیا اور آئندہ سال کے لئے کئے اہم فیصلے کئے گئے، جن میں شعبۂ تخصص فی التفسیر، شعبۂ تخصص فی القراءت اور شعبۂ کمپیوٹر کے لئے اصول وضوابط اور طریقہ کار نیز ان شعبوں کے لئے مستقل نصاب پر غور رہوا۔

اجلاس شعبۂ تحفظ ختم نبوت

۹؍شعبان ۱۴۴۳ھ بعد نماز مغرب مظاہر علوم کے اہم شعبہ ''تحفظ ختم نبوت'' کا اجلاس عام حضرت مولانا سید محمد شاہد الحسنی امین عام مظاہر علوم کی زیر صدارت منعقد ہوا، مظاہر علوم کی مجلس شوریٰ، مجلس تعلیمی کے رکن مولانا مفتی معصوم ثاقب اور مظاہر علوم کے رکن شوریٰ مولانا مفتی سبیل احمد بطور مہمان خصوصی شریک رہے، اس اجلاس میں شعبہ کے طلبہ نے اپنی سال بھر کی کارکردگی کا عمدہ مظاہرہ کیا، صدر اجلاس اور مہمانان کرام کا خطاب ہوا، اس اجلاس کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں شہر واطراف کے تقریباً پانچ سوائمہ وذمہ داران مساجد شریک ہوئے، اور سب کے لئے دعوت طعام کا نظم کیا گیا۔

النادی العربی کا سالانہ اجلاس

مؤرخہ ۱۰؍شعبان ۱۴۴۳ھ صبح دس بجے مظاہر علوم کے اہم علمی شعبہ ''شعبۂ ادب عربی'' کے طلبہ کی انجمن ''النادی العربی'' کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا، دار العلوم وقف دیوبند کے مہتمم مولانا محمد سفیان قاسمی بحیثیت مہمان خصوصی شریک رہے، مظاہر علوم کے امین عام مولانا سید محمد شاہد الحسنی کی صدارت میں یہ اجلاس دوپہر ایک بجے تک بخیر وخوبی چلا، شعبہ کے طلبہ نے عربی زبان میں نعتیں، نظمیں اور حالات حاضرہ کے موضوع پر علمی تقاریر ادبی انداز میں پیش کیں۔ مہمان خصوصی مولانا محمد سفیان قاسمی نے اپنے اچھے تأثرات کا اظہار کرتے ہوئے عالمانہ تقریر کی اور اپنے وہ تأثرات تحریری شکل میں باقاعدہ امین عام کی خدمت میں پیش کئے۔

R.N.I. REGD. NO. 62469/95U.M.

URDU MONTHLY MAGAZINE

MAZAHIR ULOOM

SAHARANPUR



Rs.30/

MADRASA MAZAHIR ULOOM
[illegible]
E-Mail: [illegible]